﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (آل عمران:74) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:80)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 20 | جمعۃ المبارک 15/ مارچ 2013ء | 03/ جمادی الاوّل 1434 ہجری قمری — 15/ امان 1392 ہجری شمسی | شمارہ 11

منافقوں کا طرز عمل

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ جب صدقہ کا حکم اترا تو ہم (صدقہ دینے کیلئے) اپنی پیٹھوں پر بوجھ اٹھا کر مزدوری کرتے تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے بہت سا مال صدقہ میں دیا تو (منافقین نے) کہا ریا کرنے والا ہے۔ ایک اور آیا اس نے ایک صاع صدقہ میں دیا تو انہوں نے کہا اللہ کو اس کے ایک صاع کی ضرورت نہیں۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔ حدیث :1415)

اسلام نرمی، پیار، محبت، رواداری کا مذہب ہے۔ وہ تمام مذاہب کے انبیاء کی بلکہ ان کے ماننے والوں کی بھی عزت اور احترام کرتا ہے۔ ہر مذہب کے، ہر قوم کے رہنما کی عزت کرتا ہے اور عزت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

مذہبی رواداری، امن عالم، خدمت خلق اور ہمدردیٔ بنی نوع انسان سے متعلق اسلامی تعلیم کے اعلیٰ نمونوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی جماعت سے توقعات کا تذکرہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ قادیان 2003ء کے موقع پر 28 دسمبر 2003ء کو محمود ہال مسجد فضل لندن سے ایم ٹی اے کے ذریعہ براہ راست اختتامی خطاب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان کا 112 واں جلسہ سالانہ اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے اور میرے اس خطاب کے بعد انشاء اللہ اس کا اختتام ہوگا۔ اس جلسہ سالانہ میں رپورٹس کے مطابق احمدیوں کے علاوہ بہت سے دوسرے مہمان دوست بھی شامل ہیں۔ اور ان کی اب تک کی رپورٹ کے مطابق ان کا خیال ہے کہ بتیس تینتیس ہزار آدمی اس میں شامل ہیں اور تعداد بڑھ رہی ہے۔

آج کے خطاب کے لئے میں نے اسلامی تعلیم کے اعلیٰ نمونے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے جو توقعات ہیں، اُس کے بارے میں مضمون چنا ہے کہ وہ جماعت کو کیسا بنانا چاہتے تھے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے اسلام کی جس خوبصورت تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کیا، جس میں اپنوں کے لئے بھی چھوٹے سے چھوٹے خُلق کے ہر پہلو کو تفصیل سے بیان کیا۔ کس طرح بھائیوں کو، دوستوں کو آپس میں تعلقات رکھنے چاہئیں۔ اور اس معاشرے میں امن پیدا کرنے کے لئے کیا ضروری چیزیں ہیں۔ معاشرے کے وسیع تعلقات میں کیا ماحول پیدا کیا جائے کہ اس سے معاشرے میں امن پیدا ہوسکتا ہے۔ پھر اپنوں کے علاوہ غیروں سے بھی اعلیٰ اخلاق دکھانے کے سلیقے بتائے۔ اپنے ہم مذہبوں اور غیر مذہب والوں کے حقوق ادا کرنے کے بھی طریقے اور سلیقے سکھائے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بھی طریقے سکھائے۔ تو گویا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالی چھوڑا ہو۔ ایسی مکمل اور کامل تعلیم ہے۔ کیونکہ قرآنِ کریم جیسی کامل اور مکمل تعلیم آپ پر نازل ہوئی تھی۔ دین مکمل ہوا تھا اور شریعت کامل ہوئی اور پھر آپ نے صرف یہی نہیں کہ تعلیم دی بلکہ اپنے عمل سے اس خوبصورت تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپ کے صحابہ نے اس حسین تعلیم کو اپناتے ہوئے اپنے اندر ایسی زبردست تبدیلیاں پیدا کیں کہ جو انسانی تصور سے باہر ہیں۔ اور پھر اس خوبصورت اور حسین تعلیم کو دنیا تک پہنچانے کے لئے کوششیں بھی کیں۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ مسلمانوں نے اس تعلیم کو بھلا دیا اور دنیاداری غالب آنے لگی تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور آپ کے روحانی فرزند حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود اور مہدی معہود کی صورت میں دنیا میں مبعوث فرمایا اور آپ نے پھر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خوبصورت تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ معترضین کے اعتراضات کے دلائل سے جواب دیئے، اُن کو ردّ فرمایا اور ثابت کیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو قیامت تک اب زندہ رہے گا۔ اور فرمایا میں تمہیں یہ بات یونہی نہیں کہہ رہا بلکہ دلائل سے، براہین سے یہ ثابت کرتا ہوں۔ اور ماننے والوں کو یہ سکھایا کہ اگر تم غور سے سنو، سمجھو تو میں تمہیں قرآنِ کریم کی معرفت سکھاتا ہوں اور پھر اس معرفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ساتھ نکلو اور اللہ تعالیٰ کی اس آخری شریعت کی دنیا میں منادی کرو۔ اپنے ایمانوں کو مضبوط کرو اور انسانیت کو بھی اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر لے کر آؤ۔ خالص توحید کا قیام کرو اور یاد رکھو کہ اب دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے جھنڈے تلے آنے میں اب انسانیت کی بقا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا کو تباہی سے بچانے کے لئے خدا تعالیٰ کی اس تعلیم کو دنیا تک پہنچاؤ کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَام (آل عمران: 20)۔ یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ (آل عمران:86) اور جو بھی اسلام کے سوا کوئی دین پسند کرے تو ہرگز اسے قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآنِ کریم کی تعلیم کی تمام دوسری مذہبی کتابوں پر فوقیت بیان کرتے ہوئے کہ کیوں یہ آخری شرعی کتاب ہے اور اس کو کیا فوقیت ہے؟ فرماتے ہیں کہ:

”حقیقتِ اسلامیہ جس کی تعلیم قرآنِ کریم فرماتا ہے کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اسی حقیقت کے ظاہر کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے اور تمام الٰہی کتابوں کا یہی مدّعا رہا ہے کہ تا بنی آدم کو اس صراطِ مستقیم پر قائم کریں۔ لیکن قرآنِ کریم کی تعلیم کو جو دوسری تعلیموں پر کمال درجہ کی فوقیت ہے، تو اس کی دو وجہ ہیں“۔ فرمایا ”اول یہ کہ پہلے نبی اپنے زمانے کے جمیع بنی آدم کے لئے مبعوث نہیں ہوتے تھے“۔ (جو چاہیں دیکھ لیں کہ پرانے جتنے بھی نبی آئے وہ ایک ایک وقت میں قریب قریب کے علاقوں میں کئی کئی نبی موجود ہوتے تھے اور اپنی قوم کو خدائے واحد و یگانہ کی طرف بلاتے تھے۔) فرمایا کہ ”پہلے نبی اپنے زمانہ کے جمیع بنی آدم کے لئے مبعوث نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ صرف اپنی ایک خاص قوم کے لئے بھیجے جاتے تھے جو خاص استعداد میں محدود اور خاص طور کے عادات اور عقائد اور اخلاق اور روش میں قابلِ اصلاح ہوتے تھے۔ پس اس وجہ سے وہ کتابیں، قانون مختص القوم کی طرح ہو کر“ (یعنی صرف اُس قوم کے لئے خاص ہوتی تھیں) ”صرف اسی حد تک اپنے ساتھ ہدایت لاتی تھیں“۔ (جو بھی شرعی کتابیں ہوتی تھیں، اُس خاص قوم کے لئے ہوتی تھیں اور اس حد تک ہدایت لاتی تھیں) ”جو اس خاص قوم کے مناسبِ حال اور ان کے پیمانہ استعداد کے موافق ہوتی تھی“۔ (یعنی جو جو اُن کی استعدادیں تھیں اُس کے مطابق تھیں)۔ پھر فرمایا کہ ”دوسری وجہ یہ کہ ان انبیاء علیہم السلام کو ایسی شریعت ملتی تھی جو ایک خاص زمانہ تک محدود ہوتی تھی اور خدا تعالیٰ نے ان کتابوں میں یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ دنیا کے اخیر تک وہ ہدایتیں جاری رہیں۔ اس لئے وہ کتابیں، قانون مختص الزمان کی طرح ہو کر صرف اسی زمانے کی حد تک ہدایت لاتی تھیں“۔ (یعنی اُس زمانے کے لئے صرف خاص تھیں، اُس زمانے تک تھیں) ”جو اُن کتابوں کی پابندی کا زمانہ حکمتِ الٰہی نے اندازہ کر رکھا تھا۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 126 تا 128)

(یعنی وہ اُس حد تک ہدایت لاتی تھیں جس حد تک حکمتِ الٰہی نے اُس کا اندازہ کیا ہوا تھا کہ کس حد تک اُن کا دور چلے گا اور زمانہ چلے گا)۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام خاص طور پر اپنے ماننے والوں کے لئے اس کامل اور مکمل شریعت کو مزید کھولتے ہوئے توجہ دلاتے ہیں کہ اس خوبصورت تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے سچی ہمدردی اور اُس کی خدمت کرو۔ جیسے کہ فرمایا:

”خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقتِ اسلام ہے دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اس کی عبادت اور محبت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے۔ ...... دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اُس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی

اور بار برداری اور سچی غم خواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جاوے۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے دکھ اُٹھاویں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کر لیں‘‘۔ فرمایا’’اس ...... سے معلوم ہوا کہ اسلام کی حقیقت نہایت ہی اعلیٰ ہے اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقب اہلِ اسلام سے حقیقی طور پر ملقّب نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود معہ اس کی تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخدا نہ کر دیوے اور اپنی اَنانیت سے معہ اُس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اُٹھا کر اُس کی راہ میں نہ لگ جاوے۔ پس حقیقی طور پر اُسی وقت کسی کو مسلمان کہا جائے گا جب اُس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت انقلاب وارد ہو کر اُس کے نفسِ اَمّارہ کا نقشِ ہستی معہ اُس کے تمام جذبات کے یک دفعہ مٹ جائے۔ اور پھر اس موت کے بعد محسن لِلّٰہ ہونے کے لئے نئی زندگی اُس میں پیدا ہو جائے اور وہ ایسی پاک زندگی ہو جو اس میں بجز طاعتِ خالق اور ہمدردیٔ مخلوق‘‘ (یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اُس کی مخلوق کی ہمدردی کے)’’اور کچھ بھی نہ ہو‘‘۔ فرمایا’’......اور خَلق کی خدمت اس طرح سے کہ جس طرح سے خَلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور ترک کی راہ سے قَسّامِ ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے، ان تمام امور میں محض لِلّٰہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہوسکتی ہے، ان کو نفع پہنچاوے۔ اور ہر یک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور اُن کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کے لئے زور لگاوے‘‘۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد5 صفحہ 60 تا62)

اس اقتباس کی تھوڑی سی تشریح کر دیتا ہوں۔ فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ صحیح مسلمان کہلانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ، چاہے وہ دماغی ہوں، چاہے جسمانی، اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہر کام کرو۔ جس طرح خدا تعالیٰ نے تعلیم دی ہے، اُس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ۔ اپنی خواہشات کو بھی ختم کرو۔ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس وقت میری عبادت کا وقت ہے، نماز کا وقت ہے اور تم مسجد میں جانے کی بجائے اپنے دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کہ اپنی اَنانیت کو بھی ختم کرو۔ کسی بھی صورت میں اپنی بڑائی کا، اپنی لیاقت کا، اپنے نیک ہونے کا خیال دل میں بھی نہ لاؤ۔ ذہن میں یہ احساس رہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کا ایک عاجز انسان ہوں۔ تمام بڑائی اور کبریائی خدا تعالیٰ کی ہی ہے۔ یہ خیال نہ ہو کہ جماعت کی خاطر میں نے کچھ قربانیاں دی ہیں اب جماعت کو بھی میرا خیال رکھنا چاہئے۔ جو قربانیاں دی ہیں، جو خدمات کی ہیں، خدا تعالیٰ کی خاطر کی ہیں۔ اپنی دنیا اور آخرت سنوارنے کے لئے کی ہیں۔ اس لئے اگر اس کا کوئی بدلہ ہے تو خدا تعالیٰ کی ذات ہی ہے، وہی اس کا بدلہ دے سکتی ہے۔ پھر دوسری اہم ڈیوٹی اور دوسرا اہم فرض جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ اسلام نے جس کا حکم دیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کرے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی جس قدر ضروریات ہیں، قطع نظر اس کے کہ وہ کس قوم اور مذہب کا ہے اُن کو پورا کرنے کی کوشش کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مختلف لوگوں کو مختلف دوسرے لوگوں کے ماتحت کیا ہوا ہے۔ دنیا میں ایک معاشرے میں یہی طریق چل رہا ہے۔ کوئی کسی کا کاروبار میں ملازم ہے تو کوئی کسی کا ذاتی ملازم ہے۔ اور پھر بعض دفعہ بعض ضرورتمند، بعض غریب اپنی ضرورت کے لئے تمہارے دروازے پر آ جاتے ہیں تو جس حد تک تمہیں طاقت ہے، جس حد تک تمہاری توفیق ہے اُن کی ہمدردی کرو۔ اُن کی مدد کرنے کی کوشش کرو۔ اُن کی ضروریات کا خیال رکھو۔ اُن کو دنیا کے بارے میں بتاؤ۔ اُن کی دنیاوی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ اُن کو دین کے بارے میں بھی بتاؤ۔ اُن کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں بھی بتاؤ۔ اُس سے بھی روشناس کرواؤ۔ اور اگر مسلمان ہیں تو پھر لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صحیح اسلام پیش فرمایا اس کی تعلیم پر عمل کرنے کی تلقین کرو۔ تو تب کہا جا سکتا ہے کہ تم جس مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہو، جس مقصد کے لئے تم نے اسلام کو قبول کیا ہے، اُس مقصد کو حاصل کرنے والے ہو۔ تو جس مذہب کا یہ خلاصہ ہو کہ اللہ کی عبادت کرو اور انسانیت کی خدمت کرو، اُس کے ماننے والوں سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مذہب کے نام پر جنگیں کریں گے، جیسا کہ آجکل الزام لگایا جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان کہلا کر ایسا کرتا ہے تو وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ایسا کرتا ہے۔ اسلام کی قطعاً یہ تعلیم نہیں ہے۔

اسلام تو نرمی، پیار، محبت، رواداری کا مذہب ہے۔ وہ تو تمام مذاہب کی، تمام مذاہب کے انبیاء کی بلکہ اُن کے ماننے والوں کی بھی عزت اور احترام کرتا ہے۔ ہر مذہب کے، ہر قوم کے رہنما کی عزت کرتا ہے اور عزت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بلکہ جیسا کہ مَیں نے کہا اسلام کی تعلیم نے عزت اور احترام کو اس انتہا تک پہنچایا ہوا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ۔(سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ حدیث3712) کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اُس کی عزت کرو۔

پھر صرف معزز شخص ہی نہیں۔ ایک اور روایت اس کو مزید کھولتی ہے۔ ایک دفعہ مدینہ میں ایک مسلمان اور یہودی کی لڑائی ہوگئی تو مسلمان نے کہا مجھے اُس ذات کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔ یہودی نے کہا مجھے اُس ذات کی قسم! جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔ یہودی کی یہ بات سن کر مسلمان نے اُسے تھپڑ مار دیا۔ یہودی فریاد لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت مت دو۔(صحیح البخاری کتاب فی الخصومات باب ما یذکر فی الاشخاص و الخصومة بین المسلم والیہود حدیث2411)

تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کے نمونے ہیں کہ باوجود اس کے کہ آپ کو پتہ تھا اور یقینِ کامل تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا تھا کہ آپؐ ہی آخری شرعی نبی اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء پر فوقیت دی ہوئی ہے۔ مگر آپ کو یہ گوارا نہ تھا کہ آپ کو ماننے والا کوئی شخص کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح کرے۔ اور آپ نے اس بات سے منع فرمایا۔ تو کجا یہ الزام کہ اسلام جنگ پسند مذہب ہے اور جنگجو اور جنگوں کو ہوا دینے والا مذہب ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کہے کہ مَیں حضرت یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔(صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالی وان یونس لمن المرسلین حدیث 3413)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یہ اصول نہایت صحیح اور نہایت مبارک اور باوجود اس کے صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا ہے کہ ہم ایسے تمام نبیوں کو سچے نبی قرار دیں جن کا مذہب جڑ پکڑ گیا اور عمر پا گیا اور کروڑہا لوگ اس مذہب میں آ گئے۔ یہ اصول نہایت نیک اصول ہے۔ اور اگر اس اصل کی تمام دنیا پابند ہو جائے تو ہزاروں فساد اور توہینِ مذہب جو مخالفِ امن عامہ خلائق ہیں، اُٹھ جائیں‘‘۔

(تحفہ قیصریہ روحانی خزائن جلد12 صفحہ 258)

فرمایا کہ اگر یہ یقین ہو جائے کہ تمام انبیاء سچے ہیں تو یہ جو ہر طرف سے آوازیں اُٹھتی ہیں، ہر مذہب والا دوسرے مذہب کو برا کہنا شروع کر دیتا ہے تو یہ سب باتیں ختم ہو جائیں۔ اور دنیا میں جو فساد پیدا ہوا ہوا ہے، جو مخلوق کو آپس میں لڑا رہا ہے اور ایک بے امنی پیدا کی ہوئی ہے یہ سب چیزیں ختم ہو جائیں۔ تو یہی آپ نے فرمایا کہ اسلامی تعلیم کا اور صلح کی بنیاد ڈالنے کا یہی اصول ہے۔ اور ایسا خوبصورت اصول ہے کہ اگر اس کے پابند ہو جائیں تو تمام دنیا امن کا ایک گہوارہ بن جائے۔ ہر انسان دوسرے انسان کی عزت و احترام کرنے لگ جائے۔ اپنے مذہب کی خوبیاں تو بیان کریں لیکن دوسرے کے مذہب کو کبھی بُرا نہ کہیں۔ دوسرے کے مذہب پر الزام تراشی کرنے کا مطلب ہے کہ اپنے مذہب کے دفاع کے لئے دلائل نہیں ہیں۔ اور جس میں دلائل نہیں ہیں اس کا مطلب ہے اس میں جھوٹ شامل ہے۔ تو لڑنے مارنے پر وہی لوگ آمادہ ہوتے ہیں جن کے پاس دلائل نہ ہوں اور جن کو اپنی سچائی پر یقین نہ ہو۔ اب بعض مذاہب کے لوگ کہتے ہیں، اور اُن کے دلوں میں یہ بات اتنی راسخ ہو چکی ہے، اس بری طرح گاڑ دی گئی ہے کہ وہ یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں کہ اسلام امن پسند مذہب ہے۔ اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر ایسا ہے تو اسلام میں ابتدا میں کیوں جنگیں ہوئیں؟ یہ باتیں صرف علم کی کمی کی وجہ سے ہیں اور سنی سنائی باتوں پر یقین کرنے کی وجہ سے ہیں اور اسلام کی دشمنی کی وجہ سے اسلام کے خلاف جو ایک محاذ کھڑا ہوا ہوا ہے کہ اتنا پروپیگنڈا کرو کہ جھوٹ بھی سچ نظر آنے لگ جائے تو یہ اُس وجہ سے ہے۔ ورنہ اگر تاریخ پڑھیں، اُس کا مطالعہ کریں تو پتہ چل جائے گا کہ اسلام نے کبھی بھی جنگوں کی ابتداء نہیں کی، بلکہ جنگیں ٹھونسی گئی ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اسلامی جنگ بالکل دفاعی جنگ تھے اور ان میں وہ شدت اور سخت گیری ہرگز نہ تھی جو موسیٰ اور یشوع کے جنگوں میں پائی جاتی ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ موسیٰ اور یشوع کی لڑائیاں عذابِ الٰہی کے رنگ میں تھیں تو ہم کہتے ہیں کہ اسلامی جنگوں کو کیوں عذابِ الٰہی کی صورت میں تسلیم نہیں کرتے؟ موسوی جنگوں کو کیا ترجیح ہے۔ بلکہ ان اسلامی جنگوں میں تو موسوی لڑائیوں کے مقابلہ میں بڑی بڑی رعایتیں دی گئی ہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ چونکہ وہ لوگ نوامیسِ الٰہیہ سے ناواقف تھے‘‘۔ (یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی جو پہلی تعلیم تھی اُس سے ناواقف تھے) ’’اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن پر موسیٰ علیہ السلام کے مخالفوں کے مقابلہ میں بہت بڑا رحم فرمایا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔ پھر اسلامی جنگوں میں موسوی جنگوں کے مقابلہ میں یہ بڑی خصوصیّت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خادموں کو مکّہ والوں نے برابر تیرہ سال تک خطرناک ایذائیں دیں اور تکلیفیں دیں اور طرح طرح کے دکھ اُن ظالموں نے دیئے۔ چنانچہ ان میں سے کئی قتل کئے گئے اور بعض بُرے بُرے عذابوں سے مارے گئے۔ چنانچہ تاریخ پڑھنے والے پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ بیچاری عورتوں کو سخت شرمناک ایذاؤں کے ساتھ مار دیا‘‘۔ (تکلیفوں کے ساتھ مارا گیا)’’یہاں تک کہ ایک عورت کو دو اُونٹوں سے باندھ دیا اور پھر ان کو مختلف جہات میں‘‘ (مختلف طرفوں میں) ’’دوڑا دیا اور اس بیچاری کو چیر ڈالا۔ اس قسم کی ایذا رسانیوں اور تکلیفوں کو برابر تیرہ سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی پاک جماعت نے بڑے صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کیا۔ اس پر بھی انہوں نے اپنے ظُلم کو نہ روکا اور آخر کار خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ کیا گیا۔ اور جب آپؐ نے خدا تعالیٰ سے اُن کی شرارت کی اطلاع پا کر مکّہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ پھر بھی انہوں نے تعاقب کیا اور آخر جب یہ لوگ پھر مدینہ پر چڑھائی کر کے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے حملہ کو روکنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اہل مکّہ اپنی شرارتوں اور شوخیوں کی پاداش میں عذابِ الٰہی کا مزہ چکھیں‘‘۔ فرمایا:’’چنانچہ خدا تعالیٰ نے جو پہلے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئیں گے تو عذابِ الٰہی سے ہلاک کئے جائیں گئے وہ پُورا ہوا۔ خود قرآن شریف میں ان لڑائیوں کی یہ وجہ صاف لکھی ہے اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَ نَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ۔الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ (الحج:41-40) یعنی ان لوگوں کو مقابلہ کی اجازت دی گئی جن کے قتل کے لیے مخالفوں نے چڑھائی کی (اس لیے اجازت دی گئی) کہ ان پر ظُلم ہوا۔ اور خدا تعالیٰ مظلوم کی حمایت کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلُوم ہیں جو ناحق اپنے وطنوں سے نکالے گئے۔ ان کا گناہ بجز اس کے اَور کوئی نہ تھا کہ اُنہوں نے کہا کہ ہمارا ربّ اللہ ہے۔ یہ وہ آیت ہے جس سے اسلامی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ پھر جس قدر رعائتیں اسلامی جنگوں میں دیکھو گے ممکن نہیں کہ مُوسوی یا یشوعی لڑائیوں میں اس کی نظیر مل سکے۔ موسوی لڑائیوں میں لاکھوں بیگناہ بچوں کا مارا جانا، بوڑھوں اور عورتوں کا قتل، باغات اور درختوں کا جلا کر خاک سیاہ کر دینا توراۃ سے ثابت ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوصفیکہ ان شریروں سے وہ سختیاں اور تکلیفیں دیکھی تھیں جو پہلے کسی نے نہ دیکھی تھیں۔ پھر ان دفاعی جنگوں میں بھی بچوں کو قتل نہ کرنے، عورتوں اور بوڑھوں کو نہ مارنے، راہبوں سے تعلق نہ رکھنے اور کھیتوں اور ثمر دار درختوں کو‘‘ (یعنی پھل والے درختوں کو) ’’نہ جلانے اور عبادت گاہوں کے مسمار نہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ اب مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ کس کا پلّہ بھاری ہے‘‘۔(ملفوظات جلد 2 صفحہ 72-71 ۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

تو جنگ میں جب آپ بھجا کرتے تھے تو بڑی خاص ہدایات فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا اس کی مزید تفصیل ایک حدیث سے ملتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ کرتے یا کوئی بھی فوج جنگوں کے لئے بھیجتے تو اُن کو سختی سے یہ حکم دیتے کہ کوئی عورت نہ ماری جائے، بچے نہ مارے جائیں، بوڑھوں سے تعرض نہ کیا جائے، بوڑھوں کو نہ چھیڑا جائے۔(کنز العمال جزء 4 صفحہ 205 کتاب الجہاد / قسم الافعال، باب فی احکام الجہاد فصل فی الاحکام المتفرقة ۔ حدیث 11421۔ دار الکتب العلمیة بیروت 2004ء)

درویشوں، راہبوں اور تارک الدنیا لوگوں کو کچھ نہ کہا جائے۔

(مسند الاحمد بن حنبل جلد اول صفحہ 768 مسند عبداللہ بن عباس حدیث نمبر 2728 عالم الکتب بیروت 1998ء)

باقی صفحہ نمبر 12 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،
گرانقدر مساعی اوران کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر238

مکرمہ غصون احمد المعضمانی صاحبہ(1)

تعارف اور خاندانی پس منظر

مکرمہ غصون احمد المعضمانی صاحبہ لکھتی ہیں:

میرا تعلق شام کے دارالحکومت دمشق سے ہے جہاں میری پیدائش 24/اگست 1968ء میں ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جسے خاندانی حویلی کہا جاسکتا ہے جس کے گیارہ کمرے تھے اوراس میں میرے دادا، دادی، تمام چچا اوران کے بیوی بچے اور میرے والد، والدہ اور بہن بھائی اکٹھے رہتے تھے۔ میرے ایک چچا اوردادی کے علاوہ باقی خاندان کا دین سے تعلق نہ ہونے کے برابر تھا۔ مجھے بعد میں علم ہوا کہ 90 کی دہائی میں میرے یہ چچا احمدی ہو چکے تھے جس کی وجہ سے ان کے علم اور اخلاق اور دینی حالت پر بہت اچھا اثر پڑا تھا۔ان کی بیوی عیسائی تھیں جن سے مجھے عیسائیت کی بعض اچھی تعلیمات کا پتہ چلا۔ میری دادی کو تمام لوگ اہل اللہ میں سے قرار دیتے تھے اوران سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ باقی افرادِ خاندان میں سے میری والدہ کے علاوہ اورکسی کو دینی تعلیمات پر عمل سے کوئی سروکار نہ تھا۔

’’احمد‘‘ سے ’’ابراہیم خلیل‘‘ تک کا سفر

میرے والد صاحب کا نام احمد ہے۔ وہ اوائل جوانی میں ہی اپنی بائیں ٹانگ سے محروم ہو گئے تھے۔ان کے اس حال کو پہنچنے کی داستان بھی نہایت دردناک ہے جو اس غرض سے یہاں بیان کی جاتی ہے کہ شاید اس سے کوئی عبرت حاصل کر کے نقصان سے بچ جائے۔

میرے دادا سخت مزاج کے تھے اور خاندان کی روزمرّہ زندگی میں مال اور مادہ پرستی کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ مالی کشائش نہ ہونے کی وجہ سے دادا جان کا اپنی اولاد کے ساتھ اکثر جھگڑا رہتا۔ اس ساری صورتحال کی وجہ سے میرے والد صاحب بعض نفسیاتی مشکلات میں گرفتار ہو گئے تھے۔ ایسے میں انہیں جہادِ فلسطین کے لئے بعض تنظیموں میں شامل ہونے کا کہا گیا اور مالی حالات کے درست ہونے کے سبز باغ دکھائے گئے۔ چنانچہ میرے والد صاحب نے محض سترہ سال کی عمر میں یہ پیشکش قبول کر لی۔ان کی تربیت کی گئی اور نہایت سخت سے سخت حالات میں زندہ رہنے کے گُر سکھائے گئے یہاں تک کہ وہ کچھ عرصہ کے بعد فلسطین کی آزادی کی جنگ لڑنے کے لئے ایک مجاہد کے طور پر تیار ہو گئے۔

ایک روز وہ فلسطین کے مغربی کنارے کے پاس ایک ایسے مقام سے گزر رہے تھے جہاں بارودی سرنگیں بچھائی ہوئی تھیں۔ جب یہ وہاں پہنچے تو ان میں سے ایک سرنگ پھٹ گئی جس کے نتیجہ میں میرے والد صاحب کی ایک ٹانگ بارود کی نذر ہو گئی۔ خوشحال زندگی کے تمام خواب چکنا چور ہو گئے اوران کی جگہ درد والم سے معمور تنہائیوں نے لے لی۔

والد صاحب اس حادثہ کی وجہ سے سخت دل برداشتہ ہو گئے۔ ان کے ظاہری زخم تو شاید بھر گئے لیکن دل کے زخم اتنے بڑھے کہ انہوں نے اس حالت میں شام واپس آنے کی بجائے اُردن جانے کا فیصلہ کیا۔ اور وہاں سے شام میں اپنے اہل خانہ کو کسی کے ذریعہ اپنی وفات کا پیغام بھیج دیا۔ چنانچہ گھر والوں نے ان کی وفات پر سوگ بھی منایا اور عزیز واقارب نے تعزیت بھی کی۔ یہ سب کچھ ہونے کے بعد بھی میری دادی جان کو نہ جانے کیسے یہ احساس تھا کہ یہ خبر درست نہیں ہے۔ جب اس بات پر وقت کی دھول پڑنے لگی تو میرے والد صاحب بھی ’’ابراہیم خلیل‘‘ کے نام سے اُردن سے شام آنے جانے لگے۔ حتی کہ وہ دن آ گیا جب دمشق کے ایک قریبی مقام ’’ربوہ‘‘ پر ایک ہوٹل میں انہیں ہمارے ایک رشتہ دار نے دیکھ کر پہچان لیا۔ میرے والد صاحب نے بار بار انکار کیا لیکن ہمارے اس رشتہ دار نے کہا کہ تمہاری ماں آج بھی اسی امید کے سہارے جی رہی ہے کہ ایک دن تم کہیں سے آ جاؤ گے۔ تمہارے فراق کے غم سے تمہاری والدہ کا دل پارہ پارہ ہوا جاتا ہے۔ کچھ تو اس کا ہی خیال کرو اور گھر آ جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اس کا وعدہ کرلیا۔ اور پھر ایک دن میری دادی باہر سے گھر واپس آئیں تو میرے چچا نے کہا کہ اندر کوئی آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ میری دادی یہ سنتے ہی احمد احمد کہتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ ساتھ ساتھ یہ بھی کہتی جاتی تھی کہ مجھے پتہ ہے کہ اس کا کوئی عضو ضائع ہو چکا ہے لیکن جیسا بھی ہے مَیں اسے دیکھوں تو، اس کو مل تو لوں، اپنی آنکھیں تو ٹھنڈی کرلوں۔

بہر حال میرے والد صاحب کی موت کی خبر غلط ثابت ہوئی اور وہ جیتا جاگتا وجود اب ان کی نظروں کے سامنے تھا۔ سب کچھ اتنا بدل جانے کے باوجود میرے دادا کا طریق نہ بدلا، روپے پیسے کی قلّت اور پھر اس کی غیر معمولی محبت کی وجہ سے اکثر اوقات گھر کی فضا پر غم وغصہ اور لڑائی جھگڑے کے بادل چھائے رہتے تھے۔

میری والدہ۔ایک مجاہدہ

میری والدہ کی منگنی والد صاحب کے فلسطین کے لئے مزعومہ جہاد پر جانے سے پہلے ہوئی۔ والدہ صاحبہ کا انتخاب صرف اس بنا پر کیا گیا تھا کہ ان کے بارہ میں اردگرد سے یہی اطلاع ملی تھی کہ وہ بہت جلدی جلدی کام نپٹاتی ہیں اور تھکتی نہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شاید سارے خاندان کو گیارہ کمرے پلک جھپکنے میں صاف کرنے والی کسی خادمہ کی تلاش تھی۔ بہر حال جب والد صاحب کی وفات کی اطلاع ملی تو میرے ننھیال نے والدہ صاحبہ کی منگنی کسی اور جگہ کر دی۔ جب والد صاحب واپس آ گئے اور انہیں یہ معلوم ہوا تو وہ میری والدہ صاحبہ کے گھر جا پہنچے۔ جب ان کی کوئی بات کارگر ثابت نہ ہوئی تو وہاں یہ کہہ کر واپس آ گئے کہ شاید آپ نے ٹھیک ہی فیصلہ کیا ہے کیونکہ جب آپ کو ایک صحیح سالم شخص کا رشتہ میسر ہے تو پھر آپ ایک اپاہج کے ہاتھ میں اپنی بچی کا ہاتھ کیونکر دیں گے۔ نہ جانے میرے والد صاحب نے یہ بات کس درد سے کہی کہ اس کا میری والدہ پر بہت اثر ہوا اور انہوں نے خلاف توقع اپنی منگنی توڑ کر دوبارہ میرے والد صاحب کے ساتھ شادی پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔

خاموشی سے ہونے والی اس شادی کے بعد میری والدہ کی زندگی کے مجاہدانہ دن شروع ہوئے۔ گھر میں دادا کی حکومت تھی جن کا غیظ وغضب بلاتمیز ہر ایک پر برابر برستا تھا اور میری والدہ ایک طرف بات بات پر دادا کے ترش وتیکھے کلمات کا نشانہ بنتی تو دوسری طرف میرے والد کے روگ رہی سہی زندگی کی خوشیوں پر پانی پھیرنے کے مترادف تھے۔ کیونکہ میرے والد صاحب احساس کمتری کا شکار رہتے تھے اور اس غم کو غلط کرنے کے لئے اکثر نشہ آور اشیاء کا استعمال کرتے تھے۔ان تمام مشکلات کے باوجود میری والدہ نے اپنا سفر جاری رکھا۔

باوجود اپنی زندگی کی تلخیوں کے والد صاحب ہمارے ساتھ نہایت مختلف برتاؤ کرتے تھے۔ ہمیشہ ہمیں پڑھائی جاری رکھنے کی تلقین کرتے اور حالات کی تنگی کے باوجود ہم چار بہنوں اور ایک بھائی کی تعلیم کا ہر طرح سے خیال رکھتے۔

جسم ٹانگوں پر بوجھ بن کے رہ گیا

مَیں ابھی پانچ سال کی تھی جب میری والدہ نے یہ محسوس کیا کہ میرا وزن بڑھنے کی بجائے کم ہو رہا ہے۔ مَیں ہر وقت تھکی تھکی رہتی اور چلتی تو قدم بوجھل ہو جاتے نیز ہر وقت طبیعت سونے کی طرف مائل رہتی۔ میری والدہ نے کئی بار گھر کے مرد حضرات کی توجہ اس صورتحال کی طرف مبذول کروانے کی کوشش کی لیکن کسی نے اس کو سنجیدہ طور پر نہ لیا۔ اسی عرصہ میں میرے بھائی کو ایک نرس نے غلطی سے ٹیکا کسی ایسے مَسل میں لگا دیا جس سے اس کا دائیں طرف کا جسم مفلوج ہو گیا۔ وہ ایک عیسائی طبی ادارہ میں زیر علاج تھا۔ اچانک میری والدہ کو اس ادارہ سے میرا چیک اَپ کروانے کا خیال آیا۔ چنانچہ ایک دن وہ ہم دونوں بہن بھائی کو لے کر وہاں جا پہنچی۔ میرا معائنہ ہوا تو ڈاکٹر نے ایک چٹ پر کچھ لکھ کر میری والدہ کو کہا کہ ادارہ کے ڈائریکٹر سے ملیں۔ ڈاکٹر کے کوئی دوا یا احتیاطی تدابیر کے بارہ میں ہدایات نہ دینے کی وجہ سے میری والدہ صاحبہ کو شک ہوا اور طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے ڈائریکٹر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں وہ چٹ کھول کر پڑھ لی۔ مجھے یاد ہے وہ کھڑی تھیں لیکن چٹ پڑھنے کے بعد شاید ان کے لئے اپنی ٹانگوں پر کھڑے رہنا ناممکن ہو گیا۔ وہ بیٹھ گئیں اور رونا شروع کر دیا۔ ان کو دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ اس چٹ میں لکھا تھا کہ بچی کو اعصاب سکڑنے کا مرض لاحق ہے جس کی کوئی دوا نہیں ہے۔

میری والدہ یہ پڑھ کر روتی آنکھوں اور بوجھل قدموں کے ساتھ ہم دونوں کو لے کر گلی گلی پھرنے لگی تا شاید اسے کوئی ایسا ڈاکٹر مل جائے جس کی مسیحائی سے کم ازکم یہ امید ہی پیدا ہو جائے کہ اس کی بچی کا علاج ممکن ہے۔ بالآخر ایک ڈاکٹر کے کلینک میں داخل ہوئی تو نرس نے ڈاکٹر کے پاس جانے سے روک کر پہلے فیس کا مطالبہ کر دیا۔ والدہ صاحبہ نے اپنی شادی کی انگوٹھی اتار کر اسے دے دی، لیکن جب ڈاکٹر کو حقیقتِ حال کا پتہ چلا تو اس نے انگوٹھی لینے سے انکار کر دیا اور بغیر کوئی فیس لئے میرا چیک اَپ کیا اور پھر میری والدہ کو بعض تصویریں دکھا کر سمجھایا کہ اس طرح اعصاب بتدریج سکڑتے جاتے ہیں ہاں بعض وٹامنز کا استعمال اس سکڑنے کے عمل کو کسی قدر مؤخر کر سکتا ہے لیکن اس کا ابھی تک علاج بہر حال کوئی نہیں ہے۔

یوں میں مستقل طور پر وٹامن کھانے لگی اور آہستہ آہستہ ٹانگوں کے اعصاب اور عضلات سکڑتے گئے اور مَیں چلنے کی نعمت سے محروم ہوتی گئی۔

ابتدائی تعلیم اور مشکلات

مَیں نے سکول کی ابتدائی ایک دو کلاسوں میں پہلی پوزیشن لی تھی۔ میرے اس شوق کو دیکھتے ہوئے میرے اساتذہ نے مجھے دو کلاسیں آگے ترقی دینے کی سفارش کی۔ لیکن سکول کی انتظامیہ کے لئے تو جیسے میرا وجود ہی ناقابل برداشت تھا۔ مجھے یاد ہے کہ مَیں اپنی والدہ کے ساتھ سکول کی ہیڈ مسٹریس کے سامنے کھڑی تھی جو علی الاعلان مجھے میری معذوری کی سزا سنا رہی تھی۔ اس کے یہ الفاظ آج تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں کہ ’’یہ سکول ہے، کوئی معذوروں کا ادارہ نہیں‘‘۔ آپ تصور کر سکتے ہیں کہ ان الفاظ کا ایک سات آٹھ سال کی بچی پر کیا اثر ہوسکتا ہے؟ عجیب بات یہ ہے کہ اسلامی تعلیم سے آشنا اس مسلمان ہیڈ مسٹریس پر میری والدہ کی التجاؤں اور حسرت بھرے آنسوؤں کا کچھ اثر نہ ہو رہا تھا۔ لیکن سکول کی ایک عیسائی ٹیچر دروازے پر کھڑی ہمارے دکھ کو محسوس کر کے روئے جا رہی تھی۔

اس بدسلوکی سے تنگ آ کر مجبورًا میری والدہ نے ایک عیسائی فلاحی ادارہ کے ڈائریکٹر ’’فادر پولوس‘‘ سے رابطہ کیا جس نے سپیشل بچوں کے سکول کے نام ایک رقعہ لکھ دیا کہ غصون المعضمانی کو سکول میں داخل فرما کر ممنون فرمائیں۔ اس روز سے مَیں نے واضح طور پر خدا تعالیٰ کا خاص فضل یوں دیکھا کہ جب کبھی مجھے ایسی مشکل پڑی اللہ تعالیٰ نے تمام حالات کو میرے حق میں کر دیا۔

خود اعتمادی کا سفر

جب میری والدہ اور دادا جان سپیشل بچوں کے سکول میں مجھے داخل کروانے کے لئے گئے تو ہم سے پوچھا گیا کہ آپ کس علاقے میں رہتے ہیں؟ قبل اس کے کہ میری والدہ کوئی جواب دیتیں میرے دادا جان نے کہا کہ ہم یہاں سے بہت دور ’’الضمیر‘‘ نامی ایک علاقے میں رہتے ہیں۔ مَیں اور میری والدہ تو اس غلط بیانی پر پریشان تھے لیکن دادا نے اس سے اپنا مقصد حاصل کر لیا تھا کیونکہ ان کے اس بیان کی وجہ سے سکول نے فیصلہ کیا کہ مجھے سکول سے ملحقہ بورڈنگ ہاؤس میں ہی رکھا جائے۔ یہ بات شاید میرے دادا کے لئے تو خوشی کی بات تھی لیکن میرے لئے کسی ڈراؤنے خواب سے کم نہ تھی۔ کیونکہ پہلی رات ہی مجھے یہاں کی مشکلات کا اندازہ ہو گیا۔ ایک تو والدہ اور گھر والوں سے اتنی چھوٹی عمر میں دُوری کا غم تھا دوسرے اپنی محتاجی کا احساس۔ مَیں حسب عادت رات کو جاگی تو معلوم ہوا کہ اب وہ صورتحال نہیں ہے کہ مَیں پانی کے لئے کہوں گی اور والدہ پانی کا گلاس لے کر آ جائیں گی۔ مَیں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی بھی میری مدد کرنے کے قابل دکھائی نہ دیا۔ ان حالات میں گو ابتدائی ایام میں تو میری محرومیوں میں اضافہ ہوا لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سہولتیں پیدا ہونی شروع ہو گئیں۔

میری والدہ روزانہ مجھ سے ملنے آتی تھیں جو کہ اس سکول کے قوانین کے خلاف تھا۔ کچھ دن تک تو سکول انتظامیہ نے برداشت کیا بالآخر انہیں کہنا پڑا کہ آپ کا یہاں آنا دیگر بچوں کے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے کیونکہ یہاں یتیم بچے بھی ہیں، اور ایسے بھی جو اُردن اور فلسطین وغیرہ سے آئے ہیں۔ جب وہ کسی کے والدین کو یہاں آتا دیکھتے ہیں تو انہیں اپنے والدین یاد آ جاتے ہیں اور یہ بات ان کے لئے نہایت تکلیف دہ ثابت ہوسکتی ہے۔ چنانچہ والدہ صاحبہ کو مجبورًا رکنا پڑا جس کے بعد میری زندگی میں خود اعتمادی کا ایک نیا مرحلہ شروع ہوا۔

(باقی آئندہ)

برّ اعظم یورپ یا ریاستہائے متحدہ یورپ اور حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی پیشگوئیوں میں مذکور الٰہی اشارے

(انور محمود خان۔ امریکہ)

قطعہ ارض سات براعظموں پر مشتمل ہے جس میں یورپ کا شمار دو چھوٹے براعظموں میں ہوتا ہے۔ اس کا رقبہ 3.93 ملین مربع میل ہے اور جو سطح ارض کا دو فیصد اور خشکی کا 6.8 فیصد ہے۔ اس براعظم میں کم وبیش 50 ممالک آباد ہیں اور متعدد زبانیں بولی جاتی ہیں۔ 23 زبانیں یورپین کمیونٹی کی آفیشل (Official) زبانیں سمجھی جاتی ہیں۔

سنت اللہ اس طور پر جاری ہے کہ دنیا کے نقشے حدود اور سرحدیں ایک عظیم الٰہی پروگرام کے تابع ہیں اور لفظی اور معنوی دونوں جہات سے یہ الٰہی فرستادوں کی کامیابی کی نشاندہی کرتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا اَفَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (الانبیاء :45) کیا یہ مخالفین دیکھتے نہیں کہ ہم چاروں طرف سے ان کی زمینیں کم کرتے چلے جارہے ہیں۔ کیا یہ پھر بھی غلبہ کے دعویدار ہیں۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد20 صفحہ 6)

اتحاد ملل اور وحدت فکری کا حسین نظارہ اگر دیکھنا ہو تو آیئے خلافت احمدیہ کو قریب سے دیکھیں کہ کیسے خلیفۂ وقت کا وجود ساری دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کے لئے ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ قومی ،جغرافیائی ،لسانی اور رنگ ونسل کی حدود اور بندشوں سے آزاد ایک نئی دنیا ہے جو اسی زمین پر آباد ہے۔ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ میں ’’دنیا ایک جزیرہ ہے اور اس میں ایک نیا جزیرہ جنم لے رہا ہے جس کا نام احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے‘‘۔

ہم اس مضمون میں براعظم یورپ کا دو جہات سے مطالعہ کریں گے۔ ایک تو دنیاوی نقشے اور بدلتے ہوئے آثار کی روشنی میں اور دوسرے دنیائے احمدیت کے حوالہ سے اس قطعہ ارض کی کیا اہمیت ہے اور گزشتہ ایک صدی سے کیا ان جغرافیائی اور غیر معمولی تبدیلیوں کی سمت احمدیت کے درخشاں مستقبل کی غماز ہے؟

براعظم یورپ کی گزشتہ تین صدیوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اٹھارھویں صدی میں اگر 44 جنگیں ہوئیں تو انیسویں صدی میں یہ تعداد 52 ہوگئی۔ بیسویں صدی نے تو سارے ریکارڈ توڑ دیئے اور دنیا نے دو عالمی جنگیں مشاہدہ کیں اور اس کے علاوہ مزید 72 جنگیں وقوع میں آئیں جن میں کروڑوں افراد لقمۂ اجل بن گئے تو مزید کروڑہا دربدر نقل مکانی پر مجبور ہوئے۔ ایسا لگتا تھا کہ پورا براعظم خون کی ہولی کھیل رہا ہے۔ جب ان کی تہہ میں وجوہات دیکھی جائیں تو حالؔی کے وہ مصرعے یاد آتے ہیں جو انہوں نے عرب کے بدوؤں کی جنگوں کے بارہ میں رقم فرمائے ہیں ؎

کہیں پانی پینے پلانے پر جھگڑا
کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پر جھگڑا

جہاں ایک طرف یہ جنگی بازار گرم تھا۔ دانشوروں کی اقلیت اتحاد یورپ کے خواب دیکھ رہی تھی ۔گزشتہ صدی میں استعماری آبادکاری کا آغاز برطانیہ نے کیا اور سترہ ممالک کو زیرنگیں کرلیا۔ فرانس، ہالینڈ اور پرتگال اور سپین نے بھی پوری کوشش کی کہ ساری دنیا کی دولت لوٹ کھسوٹ کے یورپ میں لائی جائے۔ افریقن باشندوں نے کیا خوب کہا کہ عیسائی ہمارے براعظم میں تبلیغ دین کے لئے آئے اور اپنے لاکھوں نسخہ جات بائبل چھوڑ گئے اور سارا سونا چاندی اور معدنیات لے گئے۔ کیا عجیب امن عالم کی کوشش ہے؟

اس صدی نے یہ بھی دیکھا کہ جس تیزی سے یہ استعماری طاقتیں پھلیں اور اپنا اثر ورسوخ جمایا، اتنی سرعت کے ساتھ ہی ان کی استعماریت کی صف لپیٹ دی گئی اور سات آٹھ دہائیوں میں سارے نقشے ویسے ہی ہوگئے جیسے کہ تھے۔

بادشاہت اور آمریت کے خلاف بھرپور جہاد اور جمہوری نظام اور ممالک کی آزادی کی دوڑ سرعت سے بڑھتی گئی ۔ نپولین بونا پارٹ نے 1801ء میں ریاست ہائے متحدہ یورپ کا مبہم سا خیال پیش کیا۔ 1816ء میں فرانس کے دو انقلابی لیڈروں Saint Simon اور Augustina Therry نے ایک مقالہ لکھا جس میں یورپ کا ایک ہلکا سا پارلیمانی ڈھانچہ پیش کیا۔ 1815ء میں وی آنا کانگریس میں ممالک منسلکہ کی تجویز پیش کی گئی۔ 1847ء میں سب سے پہلے ریاست ہائے متحدہ یورپ کے الفاظ Victor Hugo نے استعمال کئے لیکن پوری صدی اس پر مزید پیشرفت نہ ہوئی۔ بیسویں صدی میں دو عالمی جنگوں نے یورپ کو معاشی طور پر تباہ کر دیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد 1946ء میں ریاست ہائے متحدہ یورپ کا نعرہ بلند کیا گیا مگر برطانیہ جو کہ اکثر نوآبادیاں کھو چکا تھا کو استثناء کے طور پر پیش کیا۔ جارج واشنگٹن اور ولیم Penn نے بھی امریکہ سے ریاست ہائے متحدہ یورپ کے تصور کا ساتھ دیا۔ چنانچہ 1949ء میں یورپین کونسل قائم ہوگئی اور 1951ء میں یورپ کی کوئلہ اور فولاد کی کمیونٹی قائم کی گئی اور بالآخر 1958ء میں یورپین اکنامک کمیونٹی کا قیام عمل میں آیا۔ رفتہ رفتہ نئے ممالک اس میں شامل ہوتے رہے اور 1993ء میں ماسٹرکٹ معاہدہ (Maastricht Treaty) کے زیر اہتمام یورپین پارلیمنٹ نے جنم لیا۔ اس وقت تک 27 یورپین ممالک اس میں شامل ہوچکے ہیں اور دن بدن اس کی کیفیت اور کمیت دونوں میں ترقی جاری ہے۔ اس پارلیمنٹ کے تین دفاتر ہیں اور 732 نشستیں اس کا حجم ہیں۔ 1999ء میں یوروزون (Euro Zone) قائم ہوا اور اس پارلیمنٹ کے ممبر ممالکی کرنسی یورو (Euro) ہوگئی۔ یہ اس صدی کا ایک عظیم سنگ میل تھا جس کے ذریعہ سے ریاست ہائے متحدہ یورپ کا ایک ہلکا سا عملی نقشہ ابھر رہا ہے اور کیونکہ 27 ممالک کی مجموعی طاقت اس قدر ہے کہ باقی ممالک لحظہ بہ لحظہ اس عظیم پارلیمنٹ کا ممبر بننا پسند کریں گے ۔ تمام ممالک کی مجموعی آبادی 500 ملین ہے جو دنیا کی آبادی کا 7.3 فیصد ہے۔ اور ان ممالک کی مجموعی داخلی پیداوار (G.D.P) 17.6 ٹریلین (Trillion) امریکی ڈالر ہے جو ساری دنیا کا 20 فیصد ہے اور یہ پیداوار ان ممالک کے باشندگان کی قوت خرید کی عکاس ہے۔

یورپین پارلیمنٹ (EuropeanParliament) کے ادارے رفتہ رفتہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ ہر پانچ سال میں اس پارلیمنٹ کے صدر کا انتخاب تمام ممالک کے باشندگان کرتے ہیں اور یہ اس اعتبار سے قابل تحسین ہے کہ اس جمہوری عمل میں 27 آزاد ممالک شامل ہیں جو سب کے سب خودمختار ہیں لیکن یہ انتخابات پُرامن طریق پر انجام پاتے ہیں ۔ اس امر سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ریاست ہائے متحدہ یورپ کا عظیم منصوبہ امریکہ کی ریاست سے بدرجہ اولیٰ مفید ہے۔ کیونکہ اس میں 23 مختلف زبانیں بولنے والے جو 27 ریاستوں میں منقسم ہیں لیکن جمہوری طور پر ایک صدر منتخب کرتے ہیں اور اس طور پر یہ پارلیمنٹ دنیا کی دوسری بڑی جمہوریت ہے جبکہ اول نمبر کی جمہوریت صرف ایک ملک پر مشتمل ہے۔ اس اعتبار سے یقیناً یورپین پارلیمنٹ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہلاسکتی ہے۔ کمیت نہ سہی مگر کیفیت میں تمام ممالک سے بازی لے گئی۔

❁❁❁❁❁❁

آیئے اب ہم تصویر کا دوسرا رخ پیش کرتے ہیں یعنی یورپ کے بارہ میں حضرت امام الزمان علیہ السلام اور آپ کے خلفاء نے کیا پیشگوئیاں فرمائیں۔ ان میں سے کئی ایک پوری ہو چکی ہیں۔ اور چند ایک ہنوز اپنے مکمل انکشاف کی منتظر ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے پردہ کے رواج کے بارہ میں فرمایا:

’’آخر جیسے بہت سے تجارب کے بعد طلاق کا قانون پاس ہوگیا اسی طرح کسی دن دیکھ لوگے کہ تنگ آکر اسلامی پردہ کے مشابہ یورپ میں بھی کوئی قانون شائع ہوگا۔ ورنہ انجام یہ ہوگا کہ چار پایوں کی طرح عورتیں اور مرد ہوجائیں گے اور مشکل ہوگا کہ یہ شناخت کیا جائے کہ فلاں شخص کس کا بیٹا ہے‘‘۔

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد19 صفحہ 434)

انشاء اللہ احمدیت کے نفوذ سے رفتہ رفتہ اخلاقیات میں درستی آتی جائے گی اور یہ پیشگوئی بھی اظہر من الشّمس ہوجائے گی۔

❁❁❁❁❁❁

اب ہم سلسلہ وار وہ پیشگوئیاں بیان کریں گے جو تاریخ عالم سے بالعموم اور یورپ کی تاریخ سے بالخصوص تعلق رکھتی ہیں جو حضور علیہ السلام کے الہامات، اشعار اور ملفوظات میں درج ہیں۔ اسی طرح وہ بشارات جو خلفائے احمدیت نے وقتاً فوقتاً بیان فرمائیں۔

❁...... 1895ء میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے یورپ کے بارہ میں دو مختلف زاویۂ نظر پیش کئے جو درج ذیل اشعار سے عبارت ہیں ؎

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبیؐ کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

اس شعر میں ان لوگوں کا احوال ہے جو مستشرقین کہلاتے ہیں ۔ اور جنہوں نے باوجود ظاہری علم سے لیس ہونے کے اس قدر کم عقلی اور نادانی کا ثبوت دیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والصفات کو اپنے ناپاک اعتراضات کا نشانہ بنایا اور انتہائی حد تک کوتاہ بینی کا ثبوت دیا۔ ان نادانوں میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔ سرولیم میور، ونسٹن چرچل ،ڈیوڈ ہیوم، جان ٹولن ،محمد الوراق وغیرہ۔ ان سب لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ایک سطحی نظر بھی نہ ڈالی اور بدزبانیوں اور خرافات سے اعراض نہ کیا۔ ان کے نزدیک عرب کی قوم ایک جاہل قوم تھی ان میں اپنا اثر ورسوخ پیدا کرنا یا ان کا قبول اسلام انتہائی معمولی امر ہے۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ان سب مستشرقین کو ایک شعر میں جواب دے دیا۔ آپؑ فرماتے ہیں ؎

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے وقت جس قوم کو پایا وہ یقیناً وحشیانہ زندگی بسر کررہے تھے۔ آپؐ نے ان وحشیوں کو انسان بنایا۔ پھر بااخلاق انسان پھر باخدا انسان اور پھر یہ افراد خدا نما وجود ہوگئے ۔ یا تو جاہلیت کے زمانہ میں ان کی یہ حالت تھی کہ وہ دنیا کے کیڑے تھے یا پھر اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بعد ایسے خدا کی طرف کھینچے گئے کہ گویا خدا ان کے اندر سکونت پذیر ہوگیا ہو۔ اس تبدیلی کو حضور اقدسؑ یوں بیان فرماتے ہیں ؎

صَادَفْتَھُمْ قَوْمًا کَرَوْثٍ ذِلَّۃً
فَجَعَلْتَھُمْ کَسَبِیْکَۃِ الْعِقْیَانٖ

یعنی اپنی بعثت کے وقت آپ نے اس قوم کو گوبر کی طرح ذلیل پایا لیکن ان کو اپنی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں سونے کی ڈلی بنادیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(2) یورپ کے بارہ میں دوسرا زاویۂ نظر اور ایک عظیم پیشگوئی ؎

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

اس شعر میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اس خوش آئند انقلاب کی پیشگوئی فرمارہے ہیں جو یورپ میں ظہور پذیر ہوگا۔ نظر عمیق ڈالنے سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اس انقلاب کی داغ بیل رکھ دی گئی ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ چند الفاظ کے معانی اور مفہوم کو سمجھا جائے۔ تشریح طلب الفاظ حسب ذیل ہیں:

(1) ’’اس طرف‘‘۔ ان الفاظ کا اشارہ اُس اسلامی تعلیم کی جانب ہے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے، نہ کہ غیر احمدی مسلمانوں کی اکثریت کی پیش کردہ اسلامی تعلیمات کی موجودہ بگڑی ہوئی شکل۔ بدقسمتی سے غیر احمدی مسلمانوں کی اکثریت نے زمانۂ حال میں اسلام کی وہ تصویر پیش کی ہے جو انتہائی بھیانک اور سچائی سے کوسوں دور ہے۔ مثلاً مرتد کی سزا، قتل۔ غیرمسلم حکومت کے ساتھ عدم اطاعت کا رویّہ ۔تلوار کے جہاد کی سختی سے پابندی اور یہ کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا اور تشدد آمیز عقائد کی تشہیر۔ یہ سب امور ایسے ہیں کہ جن کا اسلام کے مقدس نام سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں اور کوئی معمولی عقل والا بھی اسے قبول کے لائق نہیں پاتا۔ آج یورپ کو ایک ایسی پُرامن تعلیم کی ضرورت ہے جس سے تمام خونریزیوں کا خاتمہ ہوسکے۔ اس خون آلود قطعۂ ارض کو ضرورت ہے ایک ایسے امن کے پیغام کی جس سے انسانی عظمت قائم ہو اور خون خرابہ کی صف لپیٹ دی جائے۔ اس پُرآشوب زمانہ میں جہاں تین سو سال میں 175 خونریز جنگیں وقوع میں آئیں ضرورت ہے اس امید کی کرن کی جو بھائی چارے اور صلح پر اپنے مشاغل کو استوار کرے۔ چنانچہ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ کوئی ایسا پیغامبر آئے جو حقیقی امن قائم کرسکے۔ اس لئے حضور اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

باقی صفحہ نمبر 14 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے جو خداداد علم، ذہانت اور فراست عطا فرمائی تھی اس کے بہت سے پہلو ہیں۔ خلافت سے پہلے بھی آپ کی تحریرات اور تقریریں علم و معرفت سے بھری ہوئی ہیں۔

آپ کی کتب، تقریریں اور مضامین انوار العلوم کے نام سے شائع ہو رہی ہیں۔ اسی طرح خطبات جمعہ بھی شائع ہو رہے ہیں۔ فضل عمر فاؤنڈیشن مختلف زبانوں میں ان کے تراجم بھی کروا رہی ہے۔ بعض انگریزی میں شائع بھی ہو چکی ہیں۔

اگر ہم یہ مجموعے اور خزانے پڑھیں تو تبھی ہم آپ کی علمی وسعت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کئے جانے کی جو پیشگوئی تھی اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور اپنے علم میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کے 10/اپریل 1942ء کے خطبہ جمعہ کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے مضامین کا نہایت دلکش اور روح پرور بیان

آج بھی اگر ہم نے حالات کو بدلنا ہے تو تمام طاقتوں کے مالک خدا کے آگے جھکنا ہوگا۔ اللہ کرے کہ ہم ایسی دعائیں کرنے والے ہوں۔

شعبہ ضیافت یو کے کے ایک کارکن مکرم عظیم صاحب کی وفات اور مرحوم کا ذکر خیر۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 22/فروری 2013ء بمطابق 22 تبلیغ 1392 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

آج کے خطبہ کے لئے مَیں پیشگوئی مصلح موعودؓ کے حوالے سے کوئی موضوع سوچ رہا تھا تو خیال آیا کہ عمومی طور پر ہم پیشگوئی مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں۔ اُس کی تھوڑی سی مختصر وضاحت کرتے ہیں۔ مجملاً بعض کاموں کا ذکر کرتے ہیں جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خداداد علم، ذہانت اور فراست عطا فرمائی تھی اُس کے بہت سے پہلو ہیں۔ خلافت سے پہلے بھی آپ کی تحریرات اور تقریریں علم و معرفت سے بھری ہوئی ہیں۔ آپ کی کتب، تقریریں اور مضامین انوار العلوم کے نام سے کتاب میں، مختلف جلدوں میں چھپی ہوئی ہیں۔ اب تک تیئس جلدیں اس کی شائع ہو چکی ہیں اور ہر جلد 600 سے اوپر صفحات پر مشتمل ہے۔ مزید بھی انشاء اللہ چھپیں گی۔ یہ مکمل نہیں ہوئیں۔ اسی طرح آپ کے خطباتِ جمعہ ہیں یہ بھی بہت سے ہیں۔ جس کی 24 جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور یہ بھی اسی طرح ہر جلد جو ہے 600 سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ ابھی خطبات کی 43-1942ء تک کی جلدیں چھپی ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا مزید انشاء اللہ چھپیں گی۔ فضل عمر فاؤنڈیشن جو آپ کے کام کو، خطبات کو، تقاریر کو جمع کرنے کے لئے، پھیلانے کے لئے بنائی گئی تھی وہ ان تقاریر اور مضامین وغیرہ کے ترجمے بھی مختلف زبانوں میں کروا رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ انگریزی میں تو بعض کتابوں کے شاید جلد ہی مہیا ہو جائیں، کچھ موجود بھی ہیں۔ اور پھر باقی زبانوں میں بھی ہوں گے۔ کچھ عربی میں بھی ترجمہ ہو چکے ہیں اور شائع بھی ہو چکے ہیں۔ میرا خیال ہے اردو کے بعد زیادہ تر کام عربی میں ہوا ہے۔ ہمارے مختلف ممالک کے جامعات کے طلبہ بھی ان کے ترجمے کر رہے ہیں۔ شاہد پاس کرنے کے لئے جو مقالہ لکھا جاتا ہے اُن کو بھی ان کتب کا ترجمہ کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ بہر حال ایک خزانہ ہے جو آپ نے اپنی زندگی اور 52 سالہ دورِ خلافت میں جماعت کو دیا۔ لیکن اس کی اشاعت چند ہزار کی تعداد میں ہوتی ہے۔ جو احباب خریدتے ہیں وہ بھی شاید ہی تفصیل سے پڑھتے ہوں۔ اور پھر اب لاکھوں نومبائعین اور نئی نسل ایسی ہے جو اردو میں نہ پڑھ سکتی ہے، نہ اُن کی زبان میں اُنہیں مہیا ہے۔ جو مہیا ہے وہ بھی جیسا کہ میں نے کہا بہت تھوڑی تعداد میں ہے۔ اس لئے نئی نسل کی اکثریت اور نومبائعین کو آپ کے اندازِ تحریر و تقریر کا پتہ ہی نہیں۔ نہ ہی آپ کے علم و معرفت کا کچھ اندازہ ہے۔ بلکہ میری عمر کے لوگ جو پیدائشی احمدی ہیں اور مجھ سے چند سال بڑے بھی، اُن کو بھی آپ کے اندازِ خطیبانہ اور تقریروں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم یہ مجموعے اور خزانے پڑھیں تو تبھی ہم آپ کی علمی وسعت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کئے جانے کی جو پیشگوئی تھی اُس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور اپنے علم میں بھی، جیسا کہ مَیں نے کہا، اضافہ کر سکتے ہیں۔

ویڈیو آڈیو کی اُس زمانے میں ایسی سہولت نہیں تھی۔ آپ کے دورِ خلافت کے آخری سالوں میں لوپ (Loop) پر ریکارڈنگ ہوتی تھی۔ ایک دو جو تقریریں تھیں ان کی جو ریکارڈنگ کی گئی اس میں آواز امتدادِ زمانہ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کافی حد تک اتنی اچھی نہیں رہی۔ اور آپ کا جو انداز تھا، یہ ریکارڈنگ اس کی اصل شان و شوکت نہیں رکھتی۔

بہر حال یہ شکر ہے کہ تحریرات کا، تقاریر کا، خطبات کا ریکارڈ کافی حد تک موجود ہے۔ 'کافی حد تک' اس لئے مَیں نے کہا ہے کہ اُس زمانے میں زُودنویس لکھا کرتے تھے اور بعض جگہ یہ احساس ہوتا ہے کہ زُودنویس جب لکھتے تھے تو انہوں نے مکمل طور پر بعض خطبات اور تقاریر اور تحریرات نوٹ نہیں کئے یا مکمل فقرے نہیں لکھے گئے۔ بعض باتیں لکھنے سے رہ گئی ہیں۔ بہر حال آج بجائے اس کے کہ اس پیشگوئی کے بارے میں کچھ بیان کروں، میں نے سوچا کہ آپ کا ایک خطبہ جتنا زیادہ آپ کے الفاظ میں بیان ہو سکتا ہے، وہ وقت کی رعایت کے ساتھ بیان کر دوں۔

جو خطبہ مَیں نے چنا ہے یہ بھی دعا کے طریق اور خدا تعالیٰ پر یقین کے مضمون پر مشتمل ہے۔ یہ یقین کہ وہی تمام قدرتوں کا مالک ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ یہ مضمون میں نے اس لئے بھی چنا ہے کہ آجکل بھی اگر ہم خارق عادت نتائج دیکھنا چاہتے ہیں تو اس مضمون کے صحیح ادراک اور اس پر عمل کی ضرورت ہے۔ یہ خطبہ 10/اپریل 1942ء کا ہے۔ آپ نے اس طرح فرمایا کہ:

"مَیں نے احباب کو متواتر دعاؤں کی طرف توجہ دلائی ہے اور اب جو دوستوں کی طرف سے رقعے اور خطوط ملتے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت کے ایک حصہ میں موجودہ زمانہ فتن کے لئے دعا کی تحریک پائی جاتی ہے۔ مگر ایک حصہ کی دعا کافی نہیں"۔ یہاں مَیں یہ بھی بتا دوں کہ آج کل بھی یہی صورتحال ہے۔

میرے بار بار کہنے کے باوجود دعا کی طرف توجہ دینے اور اپنی حالتوں کو بدلنے کے لئے جو توجہ ہونی چاہئے وہ نہیں ہو رہی۔

بہر حال پھر آپ آگے فرماتے ہیں کہ:

''ضرورت ہے کہ مَردوں اور عورتوں اور بچوں سب کی ذہنیت کو دعا کے لئے بدلہ جائے اور یہ ذہنیت اس رنگ میں بدلی جاتی ہے کہ سب سے پہلے دعا پر یقین اور ایمان پیدا ہو۔ جو شخص بغیر یقین کے دعا مانگتا ہے اُس کی دعا خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوا کرتی۔ ہو سکتا ہے کبھی ایسے شخص کی دعا قبول ہو جائے صرف نمونہ کے طور پر اور اُس کے دل میں یقین پیدا کرنے کے لئے لیکن قانون کے طور پر اُس شخص کی دعا قبول ہوتی ہے جس کے دل میں یقین ہوتا ہے کہ خدا میری سنے گا۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ (سورۃ النمل آیت :63) کہ مُضطر کی دعا کون سنتا ہے؟ اور پھر فرماتا ہے اللہ ہی سنتا ہے۔ اور مُضطر کے معنی عربی زبان میں یہ ہوتے ہیں کہ کسی کو چاروں طرف سے دھکے دے کر کسی طرف لے جائیں، جو چاروں طرف سے راستہ بند پا کر کسی ایک طرف جاتا ہے اُس کو مُضطر کہتے ہیں۔ یعنی وہ ہر طرف آگ دیکھتا ہے۔ اپنے دائیں دیکھتا ہے تو اُسے آگ نظر آتی ہے۔ اپنے بائیں دیکھتا ہے تو اُسے آگ نظر آتی ہے۔ اپنے پیچھے دیکھتا ہے تو اُسے آگ نظر آتی ہے۔ اپنے نیچے دیکھتا ہے تو اُسے آگ نظر آتی ہے۔ اپنے اوپر دیکھتا ہے تو اُسے آگ نظر آتی ہے۔ صرف ایک جہت اُس کے سامنے خدا تعالیٰ والی باقی رہ جاتی ہے اور اس پر اُس کی نظر پڑتی ہے اور سب جگہ اُسے آگ ہی آگ دکھائی دیتی ہے مگر صرف ایک طرف اُسے امن نظر آتا ہے۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ مُضطر کے معنوں میں یقین پایا جانا ضروری ہے۔ مُضطر کے صرف یہی معنی نہیں ہیں کہ اُس کے دل میں گھبراہٹ ہو کیونکہ گھبراہٹ میں بعض دفعہ ایک شخص بے تحاشا کسی طرف چل پڑتا ہے بغیر اس یقین کے کہ جس طرف وہ جا رہا ہے وہاں اُسے امن بھی حاصل ہو گا یا نہیں۔ بلکہ بعض لوگ گھبراہٹ میں ایسی طرف چلے جاتے ہیں جہاں خود خطرہ موجود ہوتا ہے اور وہ اس سے نہیں بچ سکتے۔ پس محض اضطراب کا دل میں پیدا ہونا اضطرار پر دلالت نہیں کرتا۔ اضطرار پر وہ حالت دلالت کیا کرتی ہے جب چاروں طرف کوئی پناہ کی جگہ انسان کو نظر نہ آتی ہو اور ایک طرف نظر آتی ہے۔ گویا اضطرار کی نہ صرف یہ علامت ہے کہ چاروں طرف آگ نظر آتی ہو بلکہ یہ علامت بھی ہے کہ ایک طرف امن نظر آتا ہو اور انسان کہہ سکتا ہو کہ وہاں آگ نہیں ہے۔ تو وہی دعا خدا تعالیٰ کے حضور قبول کی جاتی ہے جس کے کرتے وقت بندہ اس رنگ میں اُس کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ اُسے یقین ہوتا ہے کہ سوائے خدا کے میرے لئے اور کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔ یہی وہ مُضطر کی حالت ہے جسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ۔ کہ اے خدا! لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْکَ ۔ تیرے عذاب اور تیری طرف سے آنے والے ابتلاؤں سے کوئی پناہ کی جگہ نہیں، کوئی نجات کی جگہ نہیں، سوائے اس کے کہ میں سب طرف سے مایوس ہو کر اور آنکھیں بند کر کے تیری طرف آ جاؤں۔ تو لَامَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ والی جو حالت ہے، یہی اضطرار کی کیفیت ہے۔ اور جب خدا نے قرآن میں کہا کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ (سورۃ النمل آیت:63) کہ بتاؤ مُضطر کی کون سنتا ہے تو مُضطر کے معنی یہی ہوئے کہ ایسے شخص کی دعا جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ملجا و ماویٰ نہیں سمجھتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا ملجا و منجا قرار نہیں دیتا اور اس آیت میں کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ (سورۃ النمل آیت:63) درحقیقت اس کیفیتِ اضطرار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے......''۔

مُضطر کے لفظ پر یہ علمی روشنی ڈالنے اور اس آیت کی وضاحت کرنے کے بعد پھر آپ کا تقریر کا جو اسلوب تھا، طریق تھا، آپ نے مُضطر کی مختلف ضرورتوں اور حالتوں کا ذکر فرما کر مثالیں اور واقعات پیش کئے۔ آپ کی ہر تقریر واقعات اور مثالوں سے بھری ہوتی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''......اضطرار دنیا میں کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں ''اَلْمُضْطَرّ'' کا لفظ رکھا گیا ہے جس کے معنی تمام قسم کے مُضطر کے ہیں۔ بعض بندے دنیا میں ایسے ہوتے ہیں جو مُضطر ہوتے ہیں اور گو حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی ہر مُضطر کا علاج ہے۔ مگر اُس کے دیئے ہوئے انعام کے ماتحت کوئی بندہ بھی اُن کے اضطرار کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ مثلاً ایک غریب آدمی ہے، اُس کے کپڑے پھٹ جاتے ہیں، اُسے نظر نہیں آتا کہ وہ نئے کپڑے کہاں سے بنوائے۔ ایک امیر آدمی جو بعض دفعہ ایک ہندو ہوتا ہے، سکھ ہوتا ہے، پارسی ہوتا ہے، دہریہ ہوتا ہے، کوئی بھی ہو، وہ اُس کو بنوا دیتا ہے......''۔

یہاں مَیں بعض باتیں مختصر کر رہا ہوں کیونکہ یہ خطبہ کافی لمبا تھا۔ تو فرمایا کہ ''......اب گو ہمارے یقین کے مطابق خدا نے ہی اس امیر آدمی کے دل میں یہ تحریک پیدا کی ہو گی کہ وہ اُسے کپڑے بنوا دے مگر جو کامل الایمان نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کہ میرے اضطرار کی حالت میں فلاں آدمی کام آیا ہے۔ مگر وہی آدمی جس نے اُسے کپڑوں کا جوڑا بنوا کر دیا تھا جب یہ ایسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے کہ اُس کے لئے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے، پانی تک اُسے ہضم نہیں ہوتا، تمام جسم کی صحت کی حالت خراب ہو جاتی ہے، چل پھر بھی نہیں سکتا تو ایسی حالت میں وہ امیر آدمی اُس کی مدد نہیں کر سکتا بلکہ اگر کوئی اچھا طبیب (ڈاکٹر ہو) اچھا لائق اور رحمدل ہوتا ہے اور وہ اُسے اس حالت میں دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ تمہیں علاج پر روپیہ خرچ کرنے کی توفیق نہیں، میں تمہیں مفت دوائی دینے کے لئے تیار ہوں......''۔ فرمایا کہ اس اضطرار کی حالت میں امیر اُس کے کام نہیں آیا بلکہ طبیب اُس کے کام آیا۔ ''......پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُس پر کوئی مقدمہ بن جاتا ہے وہ بے گناہ ہوتا ہے، اُس کا دشمن زبردست ہوتا ہے اور وہ کسی وجہ سے ناراض ہو کر کسی مقدمہ میں ماخوذ کرا کے عدالت تک پہنچاتا ہے۔ اب اُسے نہ وکیل کرنے کی توفیق ہے، نہ خود اُسے مقدمہ لڑنے کی قابلیت ہے اور وہ حیران ہوتا ہے کہ کیا کرے۔ آخر کوئی رحمدل وکیل اُسے مل جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مَیں بغیر فیس کے تمہاری وکالت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اب اس موقع پر اور کوئی کام نہیں آیا، صرف وکیل اُس کے کام آیا۔

پھر اسی طرح ایک زمیندار کی مثال دی ہے۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ ''......ایک ہی انسان کے مختلف اضطراروں میں مختلف لوگ اُس کے کام آ سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ (سورۃ النمل آیت :63)۔ مطلق مُضطر جس کے لئے کوئی شرط نہیں کہ وہ کس قسم کا مُضطر ہو، خواہ وہ بھوکا ہو، ننگا ہو، پیاسا ہو، بیمار ہو، بوجھ اُٹھائے جا رہا ہو، کسی قسم کا اضطرار ہو، اُس کی ساری ضرورتوں کو پورا کرنے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے......''۔

کچھ حصہ میں چھوڑ رہا ہوں۔ پھر فرمایا کہ '' ...... ہر قسم کے مُضطرین کی ضرورتیں پوری کرنے والی خدا کی ہی ذات ہوتی ہے۔ انسان کے اضطرار کی ہزاروں حالتیں ہوتی ہیں۔ بھلا ان حالتوں میں تو کوئی بادشاہ بھی کسی کے کام نہیں آ سکتا۔ فرض کرو ایک شخص سخت بیمار ہے۔ اب بادشاہ کا خزانہ اُس کے کام نہیں آ سکتا۔ بادشاہ کی فوجیں اُس کے کام نہیں آ سکتیں۔ بادشاہ کا قُرب اُس کے کام نہیں آ سکتا۔ اُس کے کام تو اللہ تعالیٰ ہی آ سکتا ہے جو ہر قسم کی بیماریوں کو دُور کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ یا ایک جنگل میں گزرنے والا شخص جس پر بھیڑیا یا شیر اچانک جھپٹ کر حملہ کر دیتا ہے، وہ چاہے بادشاہ کا کتنا ہی منہ چڑھا ہو یا بادشاہ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، بادشاہ اُس کے کیا کام آ سکتا ہے؟ ......فرمایا......جنگل میں وہ تن تنہا جا رہا ہوتا ہے کہ شیر چیتا یا بھیڑیا اُس کے سامنے آ جاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو کام آتی ہے۔ کوئی انسان کام نہیں آ سکتا۔ تو جب تک انسان کے اندر یہ یقین پیدا نہ ہو کہ ہر قسم کے اضطراب کی حالت میں اللہ تعالیٰ ہی کام آتا ہے اُس وقت تک وہ مُضطر نہیں کہلا سکتا......۔

یہ اُس زمانے کی بات ہے جب انڈیا پاکستان اکٹھے تھے اور ہندوستان پر برطانیہ کی حکومت تھی۔ اُس کی ایک مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''......انگریزوں کے ماتحت ہی ہندوستان میں کئی بزدل قومیں ہیں، مگر انگریز اُن کو بہادر نہیں بنا سکے۔ صرف اتنا کہہ دیا کہ اُنہیں فوج میں بھرتی نہ کیا جائے۔ گویا بجائے اس کے کہ وہ اُن کی ترقی کا باعث بنتے، انہوں نے اُن کو اسی بزدلی کے گڑھے میں گرائے رکھا جس میں وہ پہلے گرے ہوئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھو، اُس کے ساتھ تعلق رکھنے سے بڑے بڑے بزدل، بہادر بن جاتے ہیں اور بڑی بڑی غیر منظّم قومیں، منظّم ہو جاتی ہیں......۔'' فرمایا کہ ''......خدا جن قوموں کو ترقی دیتا ہے اُن کی کایا پلٹ کر رکھ دیتا ہے اور اُن کے دل بالکل بدل جاتے ہیں۔ اُن کی کمزوری اور بزدلی جاتی رہتی ہے اور اُن کے اندر ایسی طاقت اور قوت آ جاتی ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے......''۔ اب مسلمان کی مثال دی کہ ''مسلمانوں کو ہی دیکھ لو۔ عرب ایک ایسا ملک تھا جس کے باشندے کسی ایک بادشاہ کے ماتحت رہنا اور باقاعدہ کسی نظام کے ماتحت آنا گوارا نہیں کیا کرتے تھے بلکہ قبائل کے سردار عوام سے مشورہ لے کر کام کرتے تھے اور ہر قبیلہ اپنی اپنی جگہ آزاد سمجھا جاتا تھا مگر اُن کی اتنی حیثیت بھی نہ تھی جتنی آجکل چھوٹی سے چھوٹی ریاستوں کی ہوتی ہے۔ کوئی قبیلہ ہزار افراد پر مشتمل تھا، کوئی قبیلہ دو ہزار افراد پر مشتمل تھا، کوئی قبیلہ تین ہزار افراد پر مشتمل تھا۔...... مکہ کی آبادی بھی اُس وقت صرف دس پندرہ ہزار تھی (جس میں کئی قبائل تھے)۔ پھر اُن میں کوئی نظام نہ تھا۔ اُن کے پاس کوئی خزانہ نہ تھا، کوئی سپاہی نہ تھا، کوئی ایسا محکمہ نہ تھا جس کے ماتحت باقاعدہ فوجیں رکھی جاتی ہوں اور سپاہی بھرتی کئے جاتے ہوں......غرض وہ ایک ایسی قوم تھی جو بالکل بے راہ رَو تھی۔ کوئی طریقہ اور کوئی صحیح نظام اُن میں نہیں پایا جاتا تھا۔ ایسی حالت میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا مگر بہت ہی تھوڑے لوگ آپ پر ایمان لائے۔ محققین کے نزدیک ساری مکّی زندگی میں جو لوگ مکّہ میں اسلام لائے، اُن کی تعداد سو کے قریب بنتی ہے۔ غرض یہ تھوڑے سے آدمی

THOMPSON & CO SOLICITORS

New Office in Morden

Consult us for your legal requirements

such as Immigration & Nationality, Conveyancing , Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact: Anas A.Khan, John Thompson , Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panel) **& David Wilson.**

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005

Branch Office :14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040

Morden Branch:164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697

***Mobile*: 07702896350 -- *24hrs Crime Line*: 07533667921**

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ مکّہ کے لوگ اول تو خود ہی دنیاوی لحاظ سے نہایت حقیر تھے اور ان میں کوئی طاقت وقوت نہ تھی۔ (گو ویسے جنگجو تھے۔ اپنے قبیلہ کے رَکھ رکھاؤ رکھنے والے تھے لیکن دنیاوی لحاظ سے تو کوئی طاقت نہیں تھی۔) پھر اُن کمزور لوگوں میں سے بھی ایسے لوگ اسلام میں داخل ہوئے جو مکّہ والوں کی نگاہ میں بھی کمزور سمجھے جاتے تھے۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں کتنی بہادری پیدا کر دی اور بے نظامی کی جگہ کیسی اعلیٰ درجہ کی تنظیم کا نظارہ نظر آنے لگا۔ یہی مکّہ کے لوگ یا عرب کے باشندے کسی کی بات ماننا گوارا نہیں کیا کرتے تھے۔ یعنی اطاعت جو دنیا میں مہذب قوموں کا شعار سمجھا جاتا ہے وہ ان کے نزدیک سخت ذلّت کی بات تھی۔''

پھر عرب کا ایک پرانا قصہ مشہور ہے اُس کی مثال دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

دیکھو'' عربی ادب کی کتب میں لکھا ہے کہ عرب میں ایک بادشاہ عمرو بن ہند تھا۔ اُس نے ایک علاقے پر جو شام اور عراق کی طرف تھا، حکومت قائم کی اور عرب کے لحاظ سے اس قدر شوکت حاصل کر لی کہ اُسے خیال پیدا ہوا کہ سارا عرب میری بات مانتا ہے۔ ایک دن درباریوں سے اُس نے بات کرتے ہوئے کہا۔ کیا عرب میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو میری بات ماننے سے انکار کر سکے...... انہوں نے کہا کہ ایک شخص عمرو بن کلثوم ہے جو اپنے قبیلے کا سردار ہے۔ ہمارے خیال میں وہ ایسا شخص ہے جو آپ کی اطاعت نہیں کرے گا۔ اُس نے کہا بہت اچھا۔ میں اس کی تصدیق کرنے کے لئے اُسے بلواتا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ نے عمرو بن کلثوم کو دعوت دی اور اُسے خط لکھا کہ آپ یہاں تشریف لائیں۔ آپ سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے قبیلے کے کچھ لوگوں کو لے کر آ گیا جیسے عرب کا دستور تھا۔ بادشاہ اُس وقت کسی جگہ خیموں میں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہیں اُس نے آ کر اپنے خیمے لگا دیئے۔ اُس بادشاہ نے عمرو بن کلثوم کو یہ بھی لکھا تھا کہ اپنی والدہ اور دوسرے عزیزوں کو بھی لیتے آنا۔ چنانچہ وہ اس کے مطابق اپنی والدہ کو بھی لے آیا۔ عمرو بن ہند نے یعنی بادشاہ نے اپنی والدہ سے کہا۔ کام کرتے کرتے عمرو بن کلثوم کی ماں سے کوئی چھوٹا سا کام لے کر دیکھنا تا پتہ لگ سکے کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہے۔ چنانچہ جب وہ کھانا کھانے بیٹھے تو عرب کے دستور کے مطابق گو وہ بادشاہ کہلاتا تھا مگر اُس کی ماں خود کھانا برتانے میں بیٹھ گئی۔ اپنے بیٹے کے لئے بھی اور عمرو بن کلثوم کے لئے بھی۔ گویا عمرو بن ہند کی والدہ (بادشاہ کی والدہ) اُس وقت عملاً عمرو بن کلثوم اور اُس کے دوسرے عزیزوں کا کام کر رہی تھی۔ پس ایسے وقت میں عمرو بن کلثوم کی ماں کا کسی کام میں ہاتھ بٹانا ہرگز اُس کی ہتک کا موجب نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ جب بادشاہ کی ماں خود ایک کام کر رہی تھی تو اسی کام میں عمرو بن کلثوم کی ماں کا ہاتھ بٹانا ہرگز کوئی ایسی بات نہیں تھی جو اُس کی شان اور عزت کے منافی ہوتی۔ مگر واقعہ کیا ہوتا ہے، کھانا برتاتے وقت ایک تھال کچھ فاصلے پر پڑا تھا۔ عمرو بن ہند کی والدہ کھانا برتاتے برتاتے اُسے کہنے لگی کہ بی بی ذرا وہ تھال تو سرکا کر ادھر کر دینا۔ اُسے یہ بھی جرأت نہ ہوئی کہ اس سے زیادہ اُس سے کام لے سکے، کام کرنے کے لئے کہے۔ مگر تاریخوں میں لکھا ہے کہ جونہی بادشاہ کی ماں نے اُس کی اُس عرب قبیلہ کے سردار عمرو بن کلثوم کی والدہ سے یہ بات کہی وہ کھڑی ہو گئی۔ (قبیلہ کے سردار کی ماں کھڑی ہو گئی) اور اُس نے زور سے پکارنا شروع کر دیا کہ او ابن کلثوم! تمہاری ماں کی ہتک ہو گئی ہے۔ عمرو بن کلثوم اُس وقت بادشاہ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور کھانا کھانے کی وجہ سے اُس نے اپنی تلوار ایک طرف لٹکائی ہوئی تھی مگر جونہی اُس نے اپنی ماں کی آواز کو سنا، اُس نے اپنی ماں سے جا کر یہ نہیں پوچھا کہ تمہاری کیا ہتک ہوئی ہے۔ وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگ گیا۔ خیمہ میں بادشاہ کی تلوار لٹک رہی تھی۔ اُس نے اُچک کر تلوار کو میان سے نکالا اور بادشاہ کو قتل کر دیا اور باہر نکل کر اُس نے اپنے قبیلے والوں سے کہا کہ بادشاہ کا سب مال ومتاع لوٹ لو۔''

''......تو عرب لوگ کسی کی اطاعت برداشت نہیں کر سکتے تھے......لیکن پھر انہی عربوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل بدل ڈالے۔ اُنہی عربوں میں سے ایک سمجھدار اور پڑھے لکھے اور اپنی قوم کے معزز فرد حضرت عبداللہ بن مسعود گلی میں سے گزر رہے تھے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ وہ اسی وعظ کو سننے کے لئے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ وہاں مسجد میں کسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فرمایا کہ لوگ بیٹھ جائیں تو آپ کیونکہ رستہ میں تھے، جا رہے تھے، آپ نے آواز سنی، آپ بھی بیٹھ گئے اور بچوں کی طرح گھسٹ گھسٹ کر انہوں نے مسجد کی طرف جانا شروع کر دیا۔ کوئی دوست جو پاس سے گزرا اُس نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود! یہ تم نے کیا مضحکہ خیز حرکت شروع کر دی ہے کہ زمین پر بیٹھے بیٹھے چل رہے ہو۔ سیدھی طرح کیوں نہیں چلتے۔ انہوں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی تھی کہ بیٹھ جاؤ۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ مجھے کیا پتہ کہ مَیں وہاں تک زندہ پہنچوں یا نہ پہنچوں۔ ایسا نہ ہو میرا خاتمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں ہو۔ اس لئے میں یہیں بیٹھ گیا اور میں نے بیٹھے بیٹھے مسجد کی طرف جانا شروع کر دیا۔ اب ذرا مقابلہ کرو، اس واقعہ کا، عمرو بن کلثوم کے واقعہ سے کہ ایک بادشاہ کی دعوت پر وہ جاتا ہے اور اُس کی ماں کو بادشاہ کی ماں کوئی بڑا کام نہیں بتاتی بلکہ وہ کام بتاتی ہے جو وہ خود کر رہی ہوتی ہے اور اپنے بیٹے سے کم درجہ رکھنے والے شخص کے لئے کر رہی ہے۔ پھر وہ کام کوئی بہت بڑا کام بھی نہیں بلکہ جو کچھ کر رہی تھی اُس میں سے بھی ایک نہایت معمولی اور چھوٹا سا کام کرنے کے لئے اُسے کہتی ہے۔ مگر اُس کی طبیعت اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اور اِدھر وہ بات کہتی ہے اُدھر وہ شور مچانے لگ جاتی ہے کہ میری ہتک ہو گئی۔ مگر اسی گروہ کا ایک فرد گلی میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنتا ہے اور گلی میں سن کر ہی بیٹھ جاتا ہے اور ایسی حرکت کرتا ہے جو دنیا میں عام طور پر ذلیل سمجھی جاتی ہے۔''

پھر لکھتے ہیں کہ'' تم یقیناً اسے پاگل سمجھو گے مگر صحابہ کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے آپ کو پاگل ہی بنا بیٹھے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔''

پھر آگے مصلح موعود لکھتے ہیں کہ'' پھر مدینہ کے لوگ لڑائی کے کام میں نہایت ادنیٰ اور ذلیل سمجھے جاتے تھے۔ جیسے ہمارے ملک میں بعض قومیں لڑائی کے فن کی اہل نہیں سمجھی جاتیں۔...... مدینہ کے لوگ بیشک مالدار تھے اور وہ اچھے زمیندار تھے مگر جیسے ہمارے ملک میں بعض قومیں بعض پیشوں کی وجہ سے ذلیل سمجھی جاتی ہیں اسی طرح وہ ذلیل سمجھے جاتے تھے کیونکہ وہ کھیتی باڑی کرتے تھے اور کھیتی باڑی کو عرب لوگ پسند نہیں کرتے تھے۔ عرب لوگ اس بات پر ناز کرتے تھے کہ اُن کے پاس اتنے گھوڑے ہیں، اتنے اونٹ ہیں، وہ اس طرح ڈاکے مارتے ہیں اور اس اس طرح لوگوں پر حملے کرتے ہیں۔ مگر مدینہ کے لوگ ایک گاؤں میں بستے اور کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ وہ نہ ڈاکہ مارتے تھے، نہ اونٹ اور گھوڑے کثرت سے رکھ سکتے تھے، کیونکہ اگر وہ اونٹ اور گھوڑے رکھتے تو انہیں کھلاتے کہاں سے۔ اس لئے وہ دوسرے عربوں کی نگاہ میں نسبتاً ادنیٰ سمجھے جاتے تھے۔ عرب کے لوگ تو اُن کے متعلق کہا کرتے تھے کہ وہ تو سبزی ترکاری بونے والے ہیں۔...... اس میں کیا شبہ ہے کہ جو لوگ ترَفُّہ میں پڑ جائیں (یعنی آسودگی وغیرہ میں پڑ جائیں) باغات بنالیں، کھیتی باڑی میں مشغول ہو جائیں اور مال ودولت جمع کرنے میں لگ جائیں۔ اُنہوں نے کیا لڑنا ہے اور وہ تو کئی پُشتوں سے نسلاً بعد نسلٍ یہی کام کرتے چلے آ رہے تھے اس لئے وہ لڑائی کے قابل نہیں سمجھے جاتے تھے۔'' پھر فرماتے ہیں کہ'' ......عرب کی نگاہ میں مدینہ کے لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اور حقارت سے وہ اُن کے متعلق کہا کرتے تھے کہ یہ تو کھیتی باڑی کرنے والے لوگ ہیں مگر انہی لوگوں کو دیکھو کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے بعد ان میں کتنا عظیم الشان فرق پیدا ہو گیا کہ وہی سبزی ترکاری بونے اور کھیتی باڑی کرنے والے لوگ دنیا کے بہترین سپاہی بن گئے۔ بدر کے موقع پر مکہ کے بڑے بڑے سردار جمع تھے اور وہ خیال کرتے تھے کہ آج مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ اُس دن ایک ہزار تجربہ کار سپاہی جو بیسیوں لڑائیاں دیکھ چکا تھا اور جن کا دن رات کا شغل لڑائیوں میں شامل ہونا اور دشمنوں پر تلوار چلانا تھا، مسلمانوں کے مقابلے میں صف آراء تھا اور مسلمان صرف تین سو تیرہ تھے۔ بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ ان تین سو تیرہ مسلمانوں میں سے بعض کے پاس تلواریں تک نہ تھیں اور وہ لاٹھیاں لے کر آئے ہوئے تھے۔ ایسی بے سروسامانی کی حالت میں جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لئے چلے تو دو انصاری لڑکے بھی بضد ہو گئے کہ ہم نے بھی ساتھ چلنا ہے۔ آخر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ساتھ چلنے کی اجازت دے دی......۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف جو نہایت ہی بہادر اور تجربہ کار سپاہی تھے، کہتے ہیں کہ اُس دن ہمارے دلوں کے ولولے کوئی شخص نہیں جان سکتا۔ ہم سمجھتے تھے کہ آج جبکہ خدا نے ہمیں لڑنے کی اجازت دے دی ہے، ہم مکّہ والوں سے ان مظالم کا بدلہ لیں گے جو انہوں نے ہم پر کئے۔ مگر کہتے ہیں کہ اچھا سپاہی تبھی اچھا لڑ سکتا ہے جب اس کا دایاں اور بایاں پہلو مضبوط ہو۔ (وہاں بھی کوئی اچھے لڑنے والے موجود ہوں۔) جب وہ حملہ کرے اور دشمنوں کی صفوں میں گھس جائے تو وہ دونوں اس کی پشت کو دشمنوں کے حملے سے محفوظ رکھیں۔...... اس لئے بہادر سپاہی ہمیشہ درمیان میں کھڑے کئے جاتے ہیں تا اُن کے دائیں بائیں حفاظت کا خاص سامان رہے اور جب وہ دشمن کی صف کو چیر کر آگے بڑھیں تو اُن کی پیٹھ کی حفاظت ہوتی رہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے اسی خیال کے ماتحت اپنے دائیں بائیں دیکھا کہ دیکھوں میرے دائیں بائیں کون ہے؟ کہتے ہیں میری جو نظر پڑی تو میں نے دیکھا وہی دو انصاری لڑکے پندرہ پندرہ سال کی عمر کے میرے دائیں بائیں کھڑے تھے۔...... اول تو یہ مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ ......(کہتے ہیں مجھے خیال ہوا، دل بیٹھ گیا۔)...... جہاں کے لوگ لڑائی کے فن سے ناآشنا ہیں۔ پھر یہ پندرہ

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

پندرہ سال کے لڑکے ہیں۔ انہوں نے میری کیا حفاظت کرنی ہے۔ تو آج میرے دل کے جوش کی جو حالت ہے وہ دل میں ہی رہے گی اور میں اپنی حسرت نہیں نکال سکوں گا۔

بہرحال اس کا خلاصہ بیان کر دیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ یہ خیال ابھی میرے دل میں آ رہا تھا کہ مجھے دائیں طرف سے میرے پہلو میں کہنی لگی میں نے مڑ کر اُس لڑکے کی طرف دیکھا کہ وہ مجھے کیا کہنا چاہتا ہے۔ وہ اپنا منہ میرے کان کے قریب لایا اور اُس نے آہستگی سے مجھے کہا کہ چچا وہ ابوجہل کونسا ہے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ دیا کرتا تھا۔ میرا دل چاہتا ہے آج اُس سے بدلہ لوں۔ ابھی کہتے ہیں مَیں نے اُس کا جواب دینا ہی تھا تو دوسری طرف سے مجھے ایک کُہنی لگی اور اُس نے بھی میرے کان کے قریب اپنا منہ لا کر کہا کہ چچا وہ ابوجہل کونسا ہے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ دیا کرتا تھا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آج اُس سے بدلہ لوں۔ آپ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ ابوجہل جو سردار ہے اور لشکر کے درمیان میں ہے اس کے بڑے کُہنہ مشق، جنگجو قسم کے لوگ اُس کے ساتھ کھڑے ہوں گے کہ اُس تک مَیں پہنچوں اور قتل کروں۔ لیکن ان بچوں کو یہ خیال آ گیا۔ بہرحال کہتے ہیں میں نے اشارہ کیا اور دونوں بچوں کی خواہش تھی کہ میں ہی اس نعمت کو بجالاؤں یعنی یہ انعام مجھے ہی ملے کہ میں ابوجہل کو قتل کرنے والا بنوں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی تو یہ حالت تھی کہ وہ پریشان تھے مگر ان کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ان دونوں کے دلوں میں ایمان نے ایک ہی جذبہ پیدا کر رکھا تھا۔ ’’عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ ان دونوں کے سوال سے میرے دل پر حیرت طاری ہوگئی اور مجھے اُن کے ایمان کو دیکھ کر بہت ہی تعجب ہوا۔ چنانچہ میں نے انگلی اُٹھا کر یہ بتانے کے لئے کہ تمہارا خیال کیسا ناممکن ہے، کہا کہ وہ قلبِ لشکر میں (یعنی بالکل درمیان میں) جو شخص گھوڑے پر سوار ہے اور سر سے پیر تک مسلّح ہے اور جس کے آگے دو جرنیل ننگی تلواریں لے کر پہرہ دے رہے ہیں، وہ ابوجہل ہے۔ اس وقت ابوجہل کے سامنے ایک تو عکرمہ ننگی تلوار لے کر پہرہ دے رہا تھا اور ایک اور مشہور جرنیل تھا۔‘‘ کہتے ہیں ’’اور عکرمہ بھی کوئی معمولی انسان نہیں تھا بلکہ اُس وقت دنیا کے بہترین سپاہیوں میں سے تھا اور وہ دونوں اُس وقت ننگی تلواریں لے کر ابوجہل کے سامنے کھڑے تھے۔ غرض عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے انگلی اُٹھا کر اُنہیں بتایا کہ ابوجہل کونسا ہے۔ میری غرض یہ تھی کہ اُنہیں معلوم ہو جائے، ان کا خیال کیسا ناممکن ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ ابھی میری انگلی نیچے نہیں آئی تھی، جس طرح باز چڑیا پر حملہ کرتا ہے، اسی طرح انہوں نے یکدم حملہ کر دیا اور پیشتر اس کے کہ کفار کے لشکر کو ہوش آئے کہ یہ ہو کیا گیا ہے، انہوں نے ابوجہل کو زخمی کر کے نیچے گرا دیا۔ ان میں سے ایک کا ہاتھ کٹ گیا تو وہ کٹے ہوئے ہاتھ کو الگ پھینک کر پھر آگے بڑھا اور دونوں نے ابوجہل کو زخمی کر کے نیچے گرا دیا اور اس طرح...... بدر کی جنگ بے جرنیل کے لڑی گئی۔‘‘

فرمایا کہ ’’دیکھو وہ قوم جو اتنی ذلیل سمجھی جاتی تھی کہ اس کے افراد کو لڑائی کے قابل ہی خیال نہیں کیا جاتا تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے طفیل اُن میں کتنا تغیر پیدا ہوا کہ ابوجہل مرتا ہے تو اس حسرت کے ساتھ کہ مجھے مدینہ کے دو لڑکوں نے مارا۔ وہ کہتا ہے مرنے کی پرواہ نہیں، سپاہی لڑائی میں مرا ہی کرتے ہیں۔ مجھے حسرت اور افسوس ہے تو یہ کہ مدینہ کے دو لڑکوں نے مجھے مارا۔ گویا وہ لوگ جنہیں عرب سپاہی تک نہیں سمجھتے تھے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو خدا جس کے قبضہ میں دل ہیں اور جو کمزور کو قوی بنانے کی طاقت رکھتا ہے، اُس نے اُن کو ایسا بہادر اور جری بنا دیا کہ ایک تجربہ کار جرنیل جس بات کو ناممکن سمجھتا تھا، خدا نے وہ کام اُس قوم کے دو بچوں کے ہاتھ سے کروا دیا۔

پھر عرب لوگوں کے اندر اس قدر غیرت ہوا کرتی تھی کہ وہ غیرت میں اپنی ہر چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، مگر دیکھو پھر کس طرح خدا نے اُن کے دل بدل ڈالے اور ان کے دلوں سے جھوٹی غیرت کا احساس تک جاتا رہا‘‘۔ اور پھر آپ نے اس شخص کا واقعہ بیان فرمایا جو ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا اور اُس کے باپ کے پاس گیا۔ اُس نے کہا کہ مجھے لڑکی دکھا دو۔ اُس نے کہا نہیں۔ لڑکی مَیں نہیں دکھا سکتا۔‘‘ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں مگر اُس کا باپ لڑکی کی شکل مجھے نہیں دکھاتا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ غلطی کرتا ہے، اُسے لڑکی دکھا دینی چاہئے۔ وہ پھر اُس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا تم نے انکار کیا تھا اور کہا تھا مَیں لڑکی نہیں دکھاتا۔ میں نے اس بارے میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ نکاح کے موقع پر لڑکی کو دیکھ لینا جائز ہے۔ باپ کہنے لگا جائز ہوگا مگر مَیں تمہیں نہیں دکھاتا۔ (اپنی غیرت دکھائی اُس نے۔) تم کسی اور جگہ رشتہ کر لو۔ لڑکی اندر بیٹھی ہوئی یہ باتیں سن رہی تھی۔ جونہی اُس نے یہ بات سنی وہ فوراً ننگے منہ باہر نکل آئی اور کہنے لگی کہ باپ! آپ کیا کہتے ہیں۔ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ لڑکی کو نکاح سے قبل دیکھ لینا جائز ہے تو آپ کو اس سے کیا انکار ہو سکتا ہے۔ پھر وہ اس نوجوان سے کہنے لگی۔ لو میں تمہارے سامنے کھڑی ہوں مجھے دیکھ لو۔ اُس نوجوان نے کہا مجھے دیکھنے کی ضرورت نہیں، مجھے ایسی ہی لڑکی پسند ہے جو خدا اور اُس کے رسول کی ایسی فرمانبردار ہے۔ تو دیکھو کس طرح اہلِ عرب کے قلوب کو بظاہر دنیاوی عزتیں قربان کرنے کیلئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کر دیا کہ اُن کے مدّنظر سوائے اس کے اور کوئی بات نہ رہی کہ خدا اور اُس کے رسول کا کیا حکم ہے۔ تو قلوب کو دنیا کی کوئی حکومت نہیں بدل سکتی۔ قلوب کو اللہ تعالیٰ ہی بدلتا ہے۔ بزدل بہادر بن جاتے ہیں خدا کے حکم کے ماتحت۔ اور بہادر بزدل بن جاتے ہیں خدا کے حکم کے ماتحت۔ کنجوس سخی بن جاتے ہیں خدا کے حکم کے ماتحت اور سخی کنجوس بن جاتے ہیں خدا کے حکم کے ماتحت۔ جاہل عالم بن جاتے ہیں خدا کے حکم کے ماتحت اور عالم جاہل بن جاتے ہیں خدا کے حکم کے ماتحت۔ جب خدا کسی قوم کے متعلق حکم دیتا ہے کہ اُس کو مٹا ڈالو تو اُس کے عالم جاہل ہو جاتے ہیں، اُس کے بہادر بزدل ہو جاتے ہیں، اُس کے سخی کنجوس ہو جاتے ہیں اور اُس کے طاقتور کمزور ہو جاتے ہیں۔ مگر جب خدا کسی قوم کے متعلق فیصلہ کرتا ہے کہ اُسے بڑھایا جائے تو اُس کے کمزور بہادر بن جاتے ہیں، اُس کے جاہل عالم بن جاتے ہیں، اُس کے بخیل سخی بن جاتے ہیں اور اُس کے بیوقوف عقلمند بن جاتے ہیں۔ ہم نے اپنی زندگیوں میں اس قسم کی کئی مثالیں دیکھی ہیں‘‘۔

فرماتے ہیں کہ ’’احمدیوں میں بھی ہم نے دیکھا ہے کہ ایک شخص اخلاص کے ساتھ احمدی ہوتا ہے، وہ اَن پڑھ اور جاہل ہوتا ہے مگر احمدی ہوتے ہی اُس کی زبان اس طرح کھل جاتی ہے کہ بڑے بڑے مولوی اُس کے ساتھ بات کرنے سے گھبرانے اور کترانے لگ جاتے ہیں۔ مگر ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بعض علم والے آدمی ہماری جماعت میں داخل ہوتے ہیں مگر چونکہ اُن کے دلوں میں احمدیت کے متعلق اخلاص نہیں ہوتا، اس لئے وہ اسی طرح جاہل رہتے ہیں جس طرح غیر احمدی ہونے کی حالت میں علمِ دین سے جاہل ہوا کرتے تھے۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ہمارا علم ذاتی نہیں بلکہ خدا کا دیا ہوا علم ہے۔ ہماری بہادری اپنی نہیں بلکہ خدا کی دی ہوئی بہادری ہے۔ ہماری قربانیاں اپنی نہیں بلکہ خدا کی دی ہوئی توفیق کا نتیجہ ہیں۔ اگر وہ خدا کی دی ہوئی بہادری نہ ہوتی، اگر وہ خدا کا دیا ہوا علم نہ ہوتا، اگر وہ خدا کی دی ہوئی جرأت نہ ہوتی تو اس کا اخلاص سے کیا تعلق ہوتا۔ پھر تو عادات سے اور محنت سے اور ذاتی جدوجہد اور کوشش سے ہی اُس کا تعلق ہوتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو دنیاوی لحاظ سے ان باتوں سے بالکل نابلد ہوتے ہیں مگر ان کے دلوں میں اخلاص ہوتا ہے‘‘۔

پھر آپ نے مثال دی ہے اس کا خلاصہ بیان کر دیتا ہوں۔ پِیرا ایک شخص ہوا کرتا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خادم تھا۔ بڑی موٹی عقل کا آدمی تھا۔ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اُس کا ذاتی لگاؤ تھا۔ وہ بیمار تھا۔ اُس کے والدین اُس کو علاج کرانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کا علاج کیا۔ ٹھیک ہو گیا اور وہ ڈیوڑھی پر پڑا رہتا تھا۔ اُس کے رشتہ دار جب واپس لینے کے لئے آئے تو اُس نے کہا نہیں۔ اب جس نے میرا علاج کیا تھا مَیں تو اُس کے پاس ہی رہوں گا۔ تمہارے ساتھ نہیں جاتا۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈیوڑھی میں بیٹھا رہتا تھا۔ پیغام لانا، پیغام رسانی کرنا، مہمانوں کو کھانا پہنچانا، یہ کام تھا لیکن نمازیں نہیں پڑھتا تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہاں بیٹھا رہتا ہے۔ بعض لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ بن جائے کہ نمازیں نہیں پڑھتا۔ اُسے کہا کہ نماز پڑھا کرو۔ خیر اُس کو بڑا سمجھایا سمجھوایا، اس کو لالچ بھی شاید دیا۔ ایک دن وہ پانچوں نمازیں پڑھنے کے لئے چلا گیا۔ اس عرصے میں جب وہ صاحب مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے تو اندر سے جو خاتون مہمانوں کے لئے کھانا لے کے آئیں، اس نے آوازیں دیں۔ آواز نہیں پہنچی تو زور سے آواز دی کہ کھانا لے کے جاؤ۔ نہیں تو مَیں تمہاری شکایت کروں گی۔ اُس وقت نماز ہو رہی تھی۔ ’’التحیات‘‘ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ تشہد میں سارے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے جب اونچی آواز دی تو پیرا صاحب کو پہنچ گئی، تو انہوں نے وہیں مسجد سے بیٹھے بیٹھے آواز دی کہ ’’ٹھہر جا التحیات پڑھ لَواں تے آنداں واں۔‘‘ تو یہ اُن کی دماغی حالت کی حالت تھی۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اُس وقت قادیان میں پوسٹ آفس نہیں ہوتا تھا، نہ ریل تھی، تار گھر وغیرہ کچھ نہیں تھا اور سٹیشن بھی نہیں تھا۔ جو لوگ بٹالہ میں سٹیشن پر اترتے تھے تو مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب وہاں جا کے لوگوں کو ورغلایا کرتے تھے کہ قادیان نہ جاؤ۔ تمہارا ایمان خراب ہو جائے گا۔ ایک دن اُن کو سارا دن سٹیشن پر پھرنے سے اور کوئی شکار نہیں ملا۔ پِیرا کو کسی کام سے کوئی بلٹی چھڑانے کے لئے، تار دینے کے لئے وہاں بھیجا گیا تھا تو انہوں نے اُس کو پکڑ لیا۔ وہ کہنے لگے کہ پِیرے! تیرا تو ایمان خراب ہو گیا۔ مرزا صاحب کافر اور دجال ہیں نعوذ باللہ۔ تو اپنی عاقبت اُن کے پیچھے لگ کر کیوں خراب کرتا ہے۔ پِیرا ان کی باتیں سنتا رہا۔ جب ساری باتیں کر لیں تو پھر پِیرے سے پوچھا کہ بتاؤ میری باتیں کیسی ہیں؟ پِیرا کہنے لگا مولوی صاحب! میں تو اَن پڑھ اور جاہل ہوں۔ مجھے نہ علم ہے اور نہ مسئلے سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن ایک بات ہے جو مَیں آپ کی سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ میں سالہا سال سے بلٹیاں لینے اور تاریں دینے کے لئے یہاں آتا ہوں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ سٹیشن پر آ کر لوگوں کو قادیان جانے سے منع کرتے ہیں۔ آپ کی اب تک شاید اس کوشش میں کتنی ہی جوتیاں گِھس گئی ہوں گی مگر مولوی صاحب! پھر بھی آپ کی کوئی نہیں سنتا اور مرزا صاحب قادیان میں بیٹھے ہیں اور پھر بھی لوگ اُن کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں۔ آخر کوئی بات تو ہے جس کی وجہ سے یہ فرق ہے۔ تو دیکھو یہ کیسا لطیف اور صحیح جواب ہے‘‘۔ اُس کو کوئی دلیل نہیں آتی تھی لیکن یہ قدرتی جواب تھا جو

اللہ تعالیٰ نے پیرے کو سکھایا جس کی نماز کی حالت میں نے آپ کو بتائی۔

تو فرمایا: ”تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو بعض دفعہ ایسی باتیں سمجھا دیتا ہے کہ انسان کی عقل دنگ ہو جاتی ہے کیونکہ اُس کے پاس یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس سارے سامان ہیں اور جس چیز کی کمی ہو وہ اُس کے پاس موجود ہوتی ہے۔ عقل کی کمی ہو تو وہ اُس کے پاس موجود ہے۔ جرأت کی کمی ہو تو وہ اُس کے پاس موجود ہے۔ سخاوت کی کمی ہو تو وہ اُس کے پاس موجود ہے۔ صحت کی کمی ہو تو وہ اُس کے پاس موجود ہے۔ عزت کی کمی ہو تو وہ اُس کے پاس موجود ہے، مال کی کمی ہو تو وہ اُس کے پاس موجود ہے۔ غرض ہر چیز کے خزانے اُس کے پاس موجود ہیں اور وہ اپنے بندوں کو ان خزانوں میں سے ایسے رنگ میں حصہ دیتا ہے کہ انسان حیران ہو جاتے ہیں......“۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہیں قادیان میں ایک دفعہ پادری زویمر آیا جو دنیا کا مشہور ترین پادری ہے اور امریکہ کا رہنے والا تھا۔ وہاں ایک بہت بڑے تبلیغی رسالے کا ایڈیٹر بھی تھا اور یوں ساری دنیا کی عیسائی تبلیغی سوسائٹیوں میں نمایاں مقام رکھتا تھا۔ اُس نے قادیان کا بھی ذکر سنا ہوا تھا۔ جب وہ ہندوستان میں آیا تو اور مقامات کو دیکھنے کے بعد وہ قادیان آیا۔ اُس کے ساتھ ایک اور پادری گارڈن نامی بھی تھا۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم اُس وقت زندہ تھے۔ انہوں نے اُس وقت قادیان کے تمام مقامات دکھائے مگر پادری صاحب اپنی نیش زنی سے باز نہیں آ سکے۔ اُن دنوں میں ابھی قادیان میں بھی ٹاؤن کمیٹی نہیں بنی تھی اور گلیوں میں بہت گند پڑا رہتا تھا۔ پادری زویمر باتوں باتوں میں ہنس کر کہنے لگا کہ ہم نے قادیان بھی دیکھ لیا اور نئے مسیح کے گاؤں کی صفائی بھی دیکھ لی۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اُسے ہنس کر کہنے لگے۔ پادری صاحب! ابھی پہلے مسیح کی حکومت ہندوستان پر ہے اور یہ اُس کی صفائی کا نمونہ ہے۔ نئے مسیح کی حکومت قائم نہیں ہوئی۔ اس پر وہ شرمندہ ہوا۔

پھر حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے پیغام بھیجا کہ ہم ملنا چاہتے ہیں۔ طبیعت میری ٹھیک نہیں تھی بہرحال کہتے ہیں میں نے مل لیا۔ پادری زویمر کہنے لگے کہ میں ایک دو سوال کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا فرمائیے۔ کہنے لگے اسلام کا عقیدہ تناسخ کے متعلق کیا ہے؟ آیا وہ اس مسئلہ کو مانتا ہے یا اس کا انکار کرتا ہے۔ جونہی اُس نے یہ سوال کیا۔ معاً اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈال دیا کہ اس کا سوال سے منشاء یہ ہے کہ تم جو مسیح موعود کو مسیح ناصری کا بروز اور اس کا مثیل کہتے ہو تو آیا اس سے یہ مطلب ہے کہ مسیح ناصری کی روح اُن میں آ گئی ہے۔ اگر یہی مطلب ہے تو یہ تناسخ ہوا اور تناسخ کا عقیدہ قرآنِ کریم کے خلاف ہے۔ چنانچہ مَیں نے اُن سے ہنس کر کہا۔ پادری صاحب! آپ کو غلطی لگی ہے۔ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ مرزا صاحب میں مسیح ناصری کی روح آ گئی ہے بلکہ ہم ان معنوں میں آپ کو مسیح ناصری کا مثیل کہتے ہیں کہ آپ مسیح ناصری کے اخلاق اور روحانیت کے رنگ میں رنگین ہو کر آئے ہیں۔ میں نے جب یہ جواب دیا تو کہنے لگا کہ آپ کو کس نے بتایا کہ میرا یہ سوال ہے؟ (سوال تو indirect اور طرح تھا) بہرحال کہنے لگا کہ میرا منشاء یہی معلوم کرنا تھا کہ آپ کس طرح کہتے ہیں۔ پھر کہا کہ میں نے اُس سے کہا کہ تمہارا دوسرا سوال کیا ہے؟ کہنے لگے کہ دوسرا سوال یہ ہے کہ نبی کی بعثت کیسے مقام پر ہونی چاہئے۔ یعنی اُس کو اپنا کام سرانجام دینے کے لئے کس قسم کا مقام چاہئے۔ جونہی اُس نے یہ دوسرا سوال کیا۔ معاً دوبارہ خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس سوال سے اُس کا یہ منشاء ہے کہ قادیان ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ یہ دنیا کا مرکز کیسے بن سکتا ہے؟ اور اس چھوٹے سے مقام سے ساری دنیا میں تبلیغ کس طرح کی جا سکتی ہے؟ اگر حضرت مرزا صاحب کی بعثت کا مقصد ساری دنیا میں اسلام کی تبلیغ پہنچانا ہے تو آپ کو ایسی جگہ بھیجنا چاہئے تھا جہاں سے ساری دنیا میں آواز پہنچ سکتی، نہ یہ کہ قادیان جو ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، اُس میں آپ کو بھیج دیا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے معاً بعد یہ بات میرے دل میں ڈال دی اور میں نے پھر اس کو مسکرا کر کہا کہ پادری صاحب! ناصرہ یا ناصرۃ سے بڑا کوئی شہر ہو، وہاں نبی آ سکتا ہے، حضرت مسیح ناصری جس گاؤں میں ظاہر ہوئے تھے اُس کا نام ناصرہ تھا اور ناصرہ کی آبادی بمشکل دس بارہ گھروں پر مشتمل تھی۔ میرے اس جواب پر پھر اُن کا رنگ فق ہو گیا اور حیران ہوئے کہ میں نے اس کو اسی بات کا جواب دے دیا ہے۔ اسی طرح کوئی تیسرا سوال بھی کیا تھا جو یاد نہیں۔ فرماتے ہیں کہ بہرحال اس نے تین سوال کئے اور تینوں سوالات کے متعلق قبل از وقت اللہ تعالیٰ نے القاء کر کے مجھے بتا دیا کہ اُس کا ان سوالات سے اصل منشاء کیا ہے؟ اور باوجود اس کے کہ وہ چکر دے کر پہلے اور سوال کرتا تھا، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اُس کا اصل منشاء مجھ پر ظاہر کر دیا اور وہ بالکل لاجواب ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ قلوب پر عجیب رنگ میں تصرّف کرتا اور اس تصرّف کے ماتحت اپنے بندوں کی مدد کیا کرتا ہے اور یہ تصرّف صرف خدا کے اختیار میں ہوتا ہے بندوں کے اختیار میں نہیں ہوتا۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک کج بحث مُلّاں مسجد میں مجھے ملا اور کہنے لگا۔ مجھے مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت دیجئے۔ مَیں نے کہا قرآن موجود ہے۔ سارا قرآن حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت ہے۔ کہنے لگا کونسی آیت؟ مَیں نے کہا قرآنِ کریم کی ہر آیت مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت ہے۔ اب یہ تو صحیح ہے کہ قرآنِ کریم کی ہر آیت ہی کسی نہ کسی رنگ میں نبی پر چسپاں ہو سکتی ہے مگر بعض آیتیں ایسی ہیں کہ اُن کو سمجھنا اور یہ بتانا کہ کس رنگ میں اُس سے نبی کی صداقت کا ثبوت نکلتا ہے، بہت مشکل ہے۔ فرض کرو کسی آیت میں لڑائی کا واقعہ بیان ہو تو اب گو اس سے بھی نبی کی صداقت ثابت کی جا سکتی ہے مگر وہ ایسا رنگ ہے جو عام طبائع کی سمجھ سے بالا ہوتا ہے۔ مگر کہتے ہیں کہ مجھے اُس وقت یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ تصرّف فرما کر اُس کی زبان سے وہی آیت نکلوائے گا جس سے نہایت وضاحت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت ہو جائے گی۔ تو بہرحال کہتے ہیں اُس نے یہ آیت پڑھی کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (البقرۃ:9)۔ مَیں نے سمجھ لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی تصرّف ہے کہ اُس نے اُس کی زبان سے یہ آیت نکلوائی ہے۔ چنانچہ مَیں نے اُس سے کہا۔ یہ آیت کن لوگوں کے متعلق ہے؟ مسلمانوں کے متعلق ہے یا غیر مسلموں کے متعلق ہے؟ اُس کا اصل سوال یہ تھا کہ جب مسلمان نمازیں پڑھتے ہیں، (پہلے سوال یہ کر چکا تھا کہ جب مسلمان نمازیں پڑھتے ہیں،) روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں اور خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں تو اُن کے لئے کسی نبی کی کیا ضرورت ہے؟ جب اُس نے یہ آیت پڑھی تو میں نے اُس سے پوچھا کہ یہ آیت کن لوگوں کے متعلق ہے۔ اُس نے کہا مسلمانوں کے متعلق۔ میں نے کہا تو پھر یہ آیت بتاتی ہے کہ مسلمانوں میں بھی بعض لوگ خراب ہو جاتے ہیں۔ وہ منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں مگر در حقیقت وہ مومن نہیں ہوتے اور قرآن یہ بتاتا ہے کہ خالی اپنے آپ کو مومن کہہ لینا کافی نہیں جب تک انسان اپنے عمل سے بھی ایمان کا ثبوت نہ دے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جب مسلمان بھی بگڑ سکتے ہیں تو کیا خدا اُن کی اصلاح کے لئے کسی نبی کو بھیجے گا یا نہیں۔ فرمایا کہ دلوں کی تسلی تو بہرحال اللہ کا کام ہے لیکن بہرحال اس بات پر وہ چپ ہو گیا۔

پھر آخر میں آپ فرماتے ہیں:

”تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی سب کچھ آتا ہے، انسانی طاقت کچھ نہیں کر سکتی۔ اس لئے یاد رکھو دعائیں جب تک مُضطر ہو کر نہ کی جائیں، یعنی اس یقین کے ساتھ کہ دنیا کی ہر ضرورت کو پورا کرنے والی ہستی صرف اور صرف خدا کی ذات ہے، اُس وقت تک قبول نہیں ہوتیں۔ بیشک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو گو خدا کے دیئے ہوئے میں سے دیتے ہیں مگر بہرحال وہ انسان کو کپڑا ہی دے سکتے ہیں۔ بیشک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو گو خدا کے دیئے ہوئے میں سے دیتے ہیں مگر بہرحال وہ دوسرے کو مکان ہی دے سکتے ہیں۔ بیشک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو خدا کے دیئے ہوئے علم میں سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں مگر بہرحال وہ بیماروں کا علاج ہی کر سکتے ہیں۔ بیشک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو گو خدا کے دیئے ہوئے علم سے دوسروں کی حفاظت کے لئے مقدمہ مفت لڑ سکتے ہیں مگر بہرحال وہ مقدمہ بغیر فیس کے لینے کے ہی لڑ سکتے ہیں۔ مگر کوئی انسان دنیا کا ایسا نظر نہیں آ سکتا جس کے ہاتھ میں یہ ساری چیزیں ہوں۔ کوئی انسان ایسا نہیں جس کے ہاتھ میں دلوں کی تبدیلی ہو، کوئی انسان ایسا نہیں جس کے ہاتھ میں جذبات کی تبدیلی ہو۔ یہ صرف خدا کی ذات ہے جس کے قبضہ اور تصرّف میں تمام چیزیں ہیں اور جو دلوں اور اُس کے نہاں در نہاں جذبات کو بھی بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ پس جب تک مُضطر ہو کر دعا نہ کی جائے اور جب تک چاروں طرف سے مایوس ہو کر اور خدا پر کامل ایمان رکھ کر دعا نہ کی جائے، اُس وقت تک دعا قبول نہیں ہوتی لیکن جب اس رنگ میں دعا کی جائے تو وہ خدا کے عرش پر ضرور پہنچتی ہے اور قبول ہو کر رہتی ہے۔

تو آپ کا جو انداز خطاب تھا یہ اُس کی بعض جھلکیاں تھیں جو مَیں نے پیش کیں۔

پس آج اس کے حوالے سے مَیں بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آج بھی اگر ہم نے حالات کو بدلنا ہے تو تمام طاقتوں کے مالک خدا کے آگے جھکنا ہو گا اور اس طرح جھکنا ہو گا جس طرح ہم نے اس میں یہ سنا کہ تمام طاقتوں کا سرچشمہ وہی ہے، تمام قسم کی مدد اُسی سے مل سکتی ہے۔ دلوں کو پھیرنے والا وہی ہے۔ دلوں کو قابو کرنے والا وہی ہے۔ لوگوں کی طاقتوں کو قابو کرنے والا وہی ہے۔ اللہ کرے کہ ہم ایسی دعائیں کرنے والے ہوں۔

یہاں ہمارے ایک بڑے مخلص کارکن مکرم عظیم صاحب جو شعبہ ضیافت یوکے میں کام کرتے تھے اور پہلے جرمنی میں بھی بڑا لمبا عرصہ کام کرتے رہے، دو تین دن پہلے اُن کی وفات ہو گئی، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آج جنازہ اُن کا ہونا تھا لیکن کیونکہ ابھی سرٹیفکیٹ وغیرہ حاصل کرنے میں دقّت تھی، اس لئے جنازہ نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ایک دو دن تک جب ان کی نعش ہسپتال سے ساری قانونی کارروائیاں کرنے کے بعد مل جائے گی تو جنازہ بھی انشاء اللہ مسجد فضل میں ہو جائے گا۔ بہرحال یہ بہت فدائی کارکن تھے۔ مخلص تھے۔ وفادار تھے۔ ہر ایک کا درد رکھنے والے تھے۔ خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے سارے بچے ابھی زیرِ تعلیم ہیں۔ تین بچے ہیں، دو بیٹیاں ایک بیٹا اور بڑے اخلاص والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ ان کی اہلیہ کو بھی صبر اور حوصلہ دے اور بچوں پر بھی ایسا ہاتھ رکھے کہ اُن کو اُن کے باپ کی جو کمی ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہی پورا فرماتا رہے۔

مکرم حافظ احمد جبریل سعید صاحب (مرحوم)

(قریشی داؤد احمد مربی سلسلہ احمدیہ گلاسگو ۔ اسکاٹ لینڈ(یوکے)

مکرم حافظ احمد جبریل سعید صاحب نائب امیر (سوئم) گھانا مغربی افریقہ 9/نومبر 2012ء کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت 16/نومبر 2012ء کے خطبہ جمعہ میں تفصیل کے ساتھ مکرم حافظ صاحب کی خوبیوں،قربانیوں اور خدمات کا ذکر فرمایا۔ خاکسار کو گھانا میں ایک عرصہ تک (1991ء تا 1999ء)بطور مربی سلسلہ احمدیہ گھانا خدمت کی توفیق ملی اور مکرم حافظ صاحب مرحوم کے ساتھ کام کرنے کا موقع بھی ملا۔لیکن اس سے بھی قبل خاکسار کو مکرم حافظ صاحب مرحوم کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا جس کا آغاز جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے ابتدائی دور سے ہوا۔ زیرِ نظر سطور میں اسی دور سے حافظ صاحب مرحوم کے ذکر کا آغاز کروں گا۔

خاکسار نے 1974ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لیا۔جبکہ مکرم حافظ صاحب 1975ء میں جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔جامعہ احمدیہ میں تمام کلاسوں کے طلباء کو مختلف تربیتی گروپوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔مکرم حافظ صاحب مرحوم ہمارے تربیتی گروپ شجاعت کے رکن تھے۔ اس دور میں مکرم ابراہیم بن یعقوب صاحب موجودہ امیر و مشنری انچارج ٹرینیڈاڈ اور مکرم مولانا نصیر احمد قمر صاحب ایڈیٹر الفضل انٹرنیشنل بھی اسی گروپ میں تھے جو ماشاء اللہ اچھے مقرر تھے اور آج بھی ہیں نیز فٹبال کے بہت اچھے کھلاڑی تھے۔ چنانچہ تعلیمی اور ورزشی مقابلہ جات میں کئی سال تک شجاعت گروپ جامعہ احمدیہ میں اوّل یا دوئم پوزیشن پر ہوتا تھا۔مکرم حافظ صاحب مرحوم کے گروپ میں آنے کی وجہ سے ہمارا گروپ تعلیمی اور ورزشی مقابلہ جات کے لحاظ سے مزید مضبوط ہو گیا۔ تلاوتِ قرآن مجید کے علاوہ مکرم حافظ صاحب مرحوم انگریزی تقریر میں بھی پوزیشن لیا کرتے تھے۔ نیز فٹبال کے بھی بہت اچھے کھلاڑی تھے۔ مکرم ابراہیم بن یعقوب صاحب بھی انگریزی زبان کے اچھے مقرر اور فٹبال کے بہت اچھے کھلاڑی تھے۔نیز تنزانیہ کے ایک مخلص دوست مبلغ سلسلہ احمد داوٗد (ڈاڈی) صاحب بھی ہمارے گروپ میں تھے اور وہ بھی فٹ بال کے اچھے کھلاڑی تھے۔اسی طرح والی بال میں ہماری ٹیم بہت اچھی ہوا کرتی تھی گو کہ مکرم حافظ صاحب اور احمد داوٗد (ڈاڈی) صاحب خود والی بال نہ کھیلتے تھے لیکن اپنے گروپ کی ٹیم کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔

احمد داوٗد (ڈاڈی) صاحب کے نام پر اُن سے منسلک بہت سی یادیں تازہ ہوگئی ہیں وہ بڑے ہی جذباتی آدمی تھے۔ میچ کم دیکھتے تھے اور شور مچا کر اور اُچھل اُچھل کر ٹیم کی حوصلہ افزائی زیادہ کیا کرتے تھے نیز کئی دفعہ گراؤنڈ سے باہر کوئی چھڑی یا خاردار جھاڑی پکڑ کر زور زور سے زمین پر مار کر ٹیم کی حوصلہ افزائی کرتے اور مخالف ٹیم کے کھلاڑیوں کے نام لے کر اُنہیں confuse کرنے کی کوشش کرتے کہ انہیں ایسے مارو۔ خاکسار کا والی بال اور کبڈی کی گیم کھیلنے کا انداز اُنہیں بہت پسند تھا۔ بہر حال یہ موقع نہیں کہ ان سے جُڑی یادوں کا ذکر کیا جائے۔

مکرم حافظ صاحب کو جامعہ کے دور میں ہوسٹل میں نقیب کے علاوہ کچن ٹیم میں مختلف پوزیشنوں پر کام کرنے کا موقعہ بھی ملا۔اسی طرح فارن سٹوڈنٹس یونین اور مجلس خدام الاحمدیہ میں بھی خدمت کی توفیق ملی ہے۔جیسا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 16/نومبر 2012ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ مکرم حافظ صاحب مرحوم کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ کلائی پکڑنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

مکرم حافظ صاحب مرحوم میں ایک خوبی بہت نمایاں تھی کہ وہ بڑی دھیمی طبیعت کے مالک تھے اور ہر وقت مسکراتے رہتے تھے۔ بلکہ جب ہنستے تھے تو اکثر ان کی ہنسی غیر معمولی لمبی ہو جاتی تھی۔ جیسا کہ خاکسار نے عرض کیا ہے وہ ہوسٹل میں نقیب کے عہدہ پر بھی فائز تھے۔لیکن کبھی کسی طالب علم کی شکایت وغیرہ نہ کرتے بلکہ اگر کوئی طالب علم غلطی کرتا تو محبت سے سمجھاتے تھے۔ ہماری کلاس کے شاہد میں جانے کے بعد وہ ایک سال کے لئے شجاعت گروپ کے لئے سیکرٹری بھی رہے۔الغرض جامعہ میں تعلیم کے دوران ہی بہت سی خدمات کے ذریعہ آئندہ ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھانے کے لیے اُن کی تربیت کا آغاز ہو گیا تھا۔

مکرم حافظ صاحب 1994ء میں جزائر فجی میں خدمت کے بعد واپس گھانا تشریف لائے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے آپ کو گھانا میں نائب امیر سوئم برائے تبلیغ مقرر فرمایا۔ان کے تشریف لانے کے ساتھ ہی گھانا میں تبلیغ کے میدان میں نیا جوش پیدا ہوا۔خاکسار اُس وقت اپر ویسٹ ریجن کے شہر وا (WA) میں مربی سلسلہ کے طور پر متعین تھا۔ چنانچہ خاکسار کی درخواست پر مکرم حافظ صاحب نے دو گاڑیوں پر مشتمل تبلیغی ٹیم کے افراد کو اپر ویسٹ ریجن میں بھجوایا۔ایک شہر Tumu کے اردگرد کے علاقہ میں کافی بیعتیں ہوئیں۔

ایک اہم بات جو مکرم حافظ صاحب میں تبلیغ میں دلچسپی کے بارہ میں پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ جب کسی علاقہ سے تبلیغ کے لئے درخواست آتی تو نہ صرف یہ کہ تبلیغی ٹیم کو اس علاقہ میں فوراً بھجواتے بلکہ خود بھی اس علاقہ میں جاتے بلکہ یہ کہنا مناسب ہو گا کہ خود بھی وہاں ڈیرہ ڈال لیتے۔ خصوصاً ناردرن گھانا میں تبلیغی پروگراموں کے دوران ہفتوں ان علاقوں میں گزارا کرتے تھے۔ خاص طور پر ٹمالے (Tamale) مشن ہاؤس میں جس جگہ ان کی رہائش اس دور میں ہوتی تھی وہ بڑی معمولی رہائش گاہ تھی اور بجلی وغیرہ تو مرضی سے کبھی آتی تھی ۔اسی طرح بولگاٹانگا (Bolgatanga) اپر ایسٹ ریجن میں بھی یہی حال تھا لیکن موسم اور حالات کی پرواہ کئے بغیر خدمتِ دین کا فریضہ انجام دیتے۔گھانا میں تبلیغی لحاظ سے اور سہولیات کے لحاظ سے وولٹا ریجن کا علاقہ وورا وورا (Wora Wora) جو کہ ٹوگو کے بارڈر کے ساتھ ہے بھی بہت مشکل علاقہ تھا۔ لیکن مکرم حافظ صاحب نے نہ صرف اس علاقہ میں مؤثر تبلیغی مہم چلائی بلکہ ٹوگو (Togo) کے اندر بارڈر کے ساتھ ساتھ تبلیغ کر کے احمدیت کا پودا لگا دیا۔اور نئی جماعتیں قائم کرنے کی توفیق پائی۔

خاکسار کو یاد ہے کہ ایک موقع پر جب کہ خاکسار گریٹر اکرا ریجن میں ریجنل مبلغ تھا اور Tema میں ریجنل ہیڈکوارٹر تھا۔ ٹوگو بارڈر کے قریب سمندر کے بالکل اندر ایک باریک سی پٹی جاتی ہے اور دونوں اطراف میں سمندر کا پانی ہے وہاں ایک قصبہ Keta ہے جو کہ گھانا کے سابق صدر جیری جان رولنگز کا جائے پیدائش بھی ہے۔ یہ علاقہ ٹیما سے کافی دور تھا۔ ہم نے وہاں جا کر تبلیغ کرنے کا پروگرام بنایا۔اس پروگرام کے سلسلہ میں مکرم حافظ صاحب مرحوم کا مکمل اور بھرپور تعاون حاصل رہا۔

تبلیغ کے علاوہ ایک بہت بڑا اور عظیم الشان کام جو مکرم حافظ صاحب کو کرنے کی توفیق ملی وہ نومبائعین اور اماموں کی تربیت تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو کبھی اپنے علاقوں سے باہر نہیں نکلے تھے اور نہ کبھی بڑے شہروں کا رُخ کیا۔گو اپنے علاقوں میں وہ امام تھے لیکن مذہب کا علم نہ ہونے کے مترادف تھا بلکہ اکثر کو تو سورہ فاتحہ بھی صحیح طرح پڑھنی نہیں آتی تھی۔مگر حافظ صاحب نے بڑی محنت اور شفقت سے ان لوگوں کی ٹریننگ کا انتظام کیا۔ پھر ان علاقوں میں مساجد کی تعمیر ایک اور بڑا مرحلہ تھا جسے مکرم حافظ صاحب مرحوم کو بڑی خوبی اور کامیابی سے طے کرنے کا موقع ملا۔

ایک اور بڑی خوبی مکرم حافظ صاحب مرحوم میں خدمتِ خلق کی تھی۔ گریٹر اکرا ریجن میں ریجنل مشنری کے طور پر قیام کے دوران کئی مواقع پر خاکسار کو دورہ جات یا دیگر کاموں کے سلسلہ میں ٹیما سے جہاں خاکسار کی رہائش تھی اکرا مشن ہاؤس جانا پڑتا تھا۔ بہت دفعہ دیکھنے میں آتا کہ اکرا کے کسی دُور کے محلّہ سے اگر کوئی فیملی نماز عشاء کے لئے مشن ہاؤس آئی ہوتی تو واپسی پر ان کو اپنی گاڑی میں بیٹھا کر ان کے گھر چھوڑنے چلے جاتے۔اگرچہ حافظ صاحب کا گھر اس محلّہ کی بالکل مخالف سمت پر ہوتا۔ لیکن کبھی محسوس نہ کیا کہ مَیں نائب امیر ہوں اور ان کا گھر بھی میرے راستہ میں نہیں پڑتا۔

اسی طرح جہاں بھی دیکھتے کہ کسی فیملی میں گھریلو مسائل ہیں تو ان کے حل کرنے کی طرف خاص توجہ دیتے اور معاملہ بگڑنے کا انتظار نہ کرتے۔ خاکسار نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ جب اکرا کی جماعتوں میں خاکسار کی دعوت پر ہمارے کسی پروگرام میں مدعو ہوتے تو ان کی گاڑی میں کوئی نہ کوئی فیملی (یعنی میاں بیوی) بھی ہوتے اور بتایا کرتے تھے کہ ان میں ناچاقی ہے اور مَیں نے انہیں سمجھانے کے لئے بُلایا تھا چنانچہ مَیں نے انہیں اپنی گاڑی میں بٹھا لیا کہ راستے میں ان سے بات ہو گی اور پروگرام کے اختتام پر ان کو گھر چھوڑنے کے دوران بھی ان سے بات کا موقع ملے گا اور وقت کی بھی بچت ہو جائے گی۔

جیسا کہ خاکسار نے عرض کیا کہ خاکسار کا قیام ٹیما میں تھا۔ کئی مواقع پر ٹیما میں اگر کسی کا گھریلو مسئلہ ہوتا تو دفتری اوقات کے بعد وہاں بھی تشریف لاتے اور متعلقہ فیملی سے ملنے کے بعد مشن ہاؤس ضرور تشریف لاتے اور خاکسار کو بتا کر جاتے کہ مَیں فلاں فیملی کی طرف آیا تھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر مَیں آپ سے ملنے آیا ہوں تاکہ آپ کو بھی علم ہو کہ کسی فیملی میں کوئی ناچاقی ہے اور اکثر اوقات ایسی میٹنگوں میں رات کے 10 یا 11 بج جاتے تھے لیکن اکرا جانے سے پہلے مشن ہاؤس ضرور تشریف لاتے ۔ دراصل یہ اُن کا وہاں متعین مشنری اور واقفِ زندگی کے لئے احترام تھا۔ یہ کبھی ذہن میں نہ لاتے کہ مَیں نائب امیر ہوں مجھے مشن ہاؤس جانے کی کیا ضرورت ہے۔

آپ کی مہمان نوازی سے بھی متعدد مرتبہ لطف اندوز ہونے کا موقع ملا ان کی اہلیہ صاحبہ بھی ان کی طرح بڑی مہمان نواز تھیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

مکرم حافظ صاحب اکثر اوقات تو تبلیغی اور تربیتی دورہ جات کے سلسلہ میں اکرا سے باہر رہتے تھے لیکن جب اکرا میں ہوتے اور کبھی دفتر میں ان سے ملاقات ہوتی تو ہمیشہ گفتگو کا موضوع تبلیغ یا تربیت ہوتا تھا۔

مکرم حافظ صاحب مرحوم کی خلافت سے محبت اور اطاعت کے بہت سے واقعات حضور اقدس ایدہٗ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمائے ہیں۔

جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر خاکسار کی ڈیوٹی ناظم صلوٰۃ کے طور پر ہوتی ہے نماز تہجد کے لئے امامت اور نماز فجر کے بعد درسوں کا انتظام بھی اس نظامت کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ جس جلسہ میں مکرم حافظ صاحب تشریف لاتے اُن کا نام بھی امامت کے لئے حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے بھجوایا جاتا تھا۔ گو مکرم حافظ صاحب Guildford میں ہوٹل میں مقیم ہوتے تھے لیکن خود ہی سواری کا انتظام کر کے تہجد کی نماز پڑھانے ہمیشہ تشریف لاتے اور کبھی بھی کوئی عذر پیش نہ کیا۔ دراصل یہ ان کی خلافت سے محبت اور اطاعت تھی کہ جب حضور نے منظوری دی ہے تو اب یہ کام ایک فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔

2011ء کے جلسہ سالانہ یوکے میں بھی آپ کو تہجد پڑھانے کی توفیق ملی۔ گو بعد میں آپ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی` اس ضمن میں ایک انتہائی مخلص احمدی بھائی جن کا تعلق گھانا سے تھا ان کا بھی مختصراً ذکرِ خیر کر دوں وہ مکرم محمد اسحاق صاحب مرحوم تھے جو گھانا کے لوکل مشنری تھے۔ جلسہ سالانہ یوکے 2011ء میں شمولیت کے بعد گھانا کے کچھ دوست گلاسگو تشریف لائے مکرم محمد اسحاق صاحب مرحوم کا بھی پروگرام تھا لیکن خاکسار نے جب فون کیا کہ آپ کیوں تشریف نہیں لائے تو کہنے لگے بخار کی وجہ سے مکرم حافظ صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں مَیں ان کی تیمارداری کے لئے رک گیا ہوں۔لیکن افسوس صد افسوس کہ جلسہ سالانہ سے واپس جا کر چند ماہ بعد اچانک ایک روز خبر ملی کہ محمد اسحاق صاحب وفات پا گئے ہیں یہ بہت مخلص، محنتی اور دوست منش انسان تھے۔ خاکسار کے ساتھ بہت پیار اور محبت کا سلوک تھا، اس وقت اکرا ریجن میں متعین تین یا چار لوکل مشنریز ایسے تھے جو صبح سے لے کر شام تک نیشنل ہیڈکوارٹرز اکرا میں کام کرتے تھے اور وہاں سے فارغ ہو کر اپنے سرکٹس (جن میں سات سات، آٹھ آٹھ جماعتیں تھیں) لوکل مشنری کے طور پر بھی کام کرتے تھے۔ یہ تمام لوکل مشنریز بشمول مکرم محمد اسحاق صاحب بڑی محنت اور لگن سے کام کرتے تھے۔انہیں مشنریز میں مکرم حافظ صاحب کے چھوٹے بھائی محمد جبریل سعید صاحب بھی ہیں۔ وہ بھی بڑے خلوص سے کام کرتے ہیں ان کے علاوہ ابوبکر بن عبداللہ، فرید احمد اور اسماعیل بیوا کے نام قابل ذکر ہیں۔ خاکسار کو پانچ سال تک گریٹر اکرا ریجن میں ریجنل مشنری کے طور پر خدمت کی توفیق ملی ۔ان پانچ سالوں میں خاکسار کو ایسے ہی محسوس ہوتا تھا کہ یہ تمام مشنریز خاکسار کے ساتھ ہمیشہ ہی بہت تعاون کرتے اور محنت سے کام کرتے ہیں جیسے نبض دل کی حرکت کی پیروی کرتی ہے فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

غالباً 2002ء یا 2003ء کا ذکر ہے جبکہ خاکسار ایسٹ لندن ریجن (یو۔کے) میں ریجنل مشنری کے طور پر متعین تھا مکرم حافظ صاحب مرحوم جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کے لئے تشریف لائے خاکسار نے عرض کیا کہ ایسٹ ریجن میں ہمارے افریقن احمدی بھائی بڑی تعداد میں ہیں اور زیادہ کا تعلق گھانا سے ہے۔ خاکسار کی خواہش ہے کہ صرف افریقن دوستوں کا ایک اجلاس بلایا جائے۔ اگر آپ تشریف لائیں تو آپ کا آنا ہمارے لئے بڑا فائدہ مند ہو گا مکرم حافظ صاحب نے بغیر کسی عذر کے خاکسار کی درخواست قبول کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا یہ

پروگرام بہت کامیاب رہا اور 50 سے زائد افریقن دوستوں نے پروگرام میں شرکت کی۔

مکرم حافظ صاحب کا یہ دورہ بڑا فائدہ مند ثابت ہوا اور بعض کمزور افریقن احمدی جو پہلے جماعتی کاموں کے لئے وقت نہ نکالتے تھے ان میں سے اکثر فعال ہو گئے۔فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

2010ء کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے بعد مکرم حافظ صاحب جلسہ کے مہمانوں کے ہمراہ گلاسگو تشریف لائے اور مہمانوں کے اعزاز میں منعقدہ مشاعرہ میں تلاوت کے علاوہ چند اردو اشعار بھی سنائے جن سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکرم حافظ صاحب کی اولاد بھی جماعت کے ساتھ بڑی مخلص ہے۔اسی طرح بڑوں کا احترام اور جن سے تعلق ہو ان سے اپنی اولاد کا تعلق بھی مضبوط رکھنا یہ بھی انہوں نے اپنے بچوں کو خوب سکھایا تھا خاکسار جب ایسٹ لنڈن میں تھا تو ایک روز خاکسار کو ایک فون کال موصول ہوئی یہ مکرم حافظ صاحب کی بیٹی عزیزہ ھبہ کی طرف سے تھی۔اس نے بتایا کہ مَیں اپنے کسی کورس کے سلسلہ میں لنڈن آئی ہوئی ہوں اور چند دنوں بعد گھانا واپسی ہے۔لیکن میرے والد صاحب نے کہا تھا کہ آپ ایسٹ لنڈن میں انکل قریشی صاحب سے ملنا۔چونکہ مَیں اس شہر کو زیادہ نہیں جانتی لیکن مَیں چاہتی ہوں کہ آپ سے ملوں تاکہ مَیں اپنے والد صاحب کو بتا سکوں۔چنانچہ خاکسار جا کر عزیزہ سے مل کر آیا جس کے بعد ایک ملاقات میں مکرم حافظ صاحب نے اس کا ذکر بھی کیا۔اسی طرح آپ کا ایک بیٹا عزیزم منیر احمد آج کل یو کے میں ہے پہلے Edinburgh میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔یہاں خدام الاحمدیہ کی ریجنل مجلس عاملہ میں تھا بہت خلوص سے خدمت کرتا تھا۔آج کل لنڈن میں مقیم ہے۔ایک بیٹا عزیز مصباح اور بیٹی عزیزہ تہمینہ گھانا میں ہیں۔عزیزہ ھبہ کے علاوہ باقی بچے غیر شادی شدہ ہیں۔جلسہ سالانہ یو کے 2012ء سے قبل مکرم حافظ صاحب سے بات ہوئی ان کا پروگرام جلسہ پر آنے کا تھا اور جلسہ کے بعد بھی اُن سے بات ہوئی تو پتہ چلا کہ ان کی صحت ٹھیک نہیں نیز ان کی وفات سے ایک ہفتے قبل ایک دوست نے بتایا کہ وہ انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں ہیں اور بیماری ڈاکٹر کی سمجھ سے باہر ہے۔بہرحال اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آ گئی اور وہ انتہائی مخلص خادمِ دین جو ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب رہتا تھا راضی برضا ہو کر مالکِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جس پیار اور محبت کے ساتھ خطبہ جمعہ 16 نومبر 2012ء میں آپ کی خوبیوں، قربانیوں اور خلوص کا ذکر فرمایا یہ سعادت بھی ہر ایک کو کہاں نصیب ہوتی ہے۔ بقول مکرم عبید اللہ علیم صاحب مرحوم ”یہ محبت تو نصیبوں سے مِلا کرتی ہے“۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مکرم حافظ صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔نیز آپ کی اولاد کو اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے اور خدمت دین کی توفیق عطا فرماتا جائے۔آمین

۞۞۞۞۞۞۞

آوٗروگاؤں (بینن) کی مسجد کا شاندار افتتاح۔

ایک پروقار افتتاحی تقریب میں علاقہ کے بادشاہ اور چیفس کی طرف سے جماعتی خدمات پر خراج تحسین

(رپورٹ: قمر رشید۔ مبلغ سلسلہ بینن)

آوٗروگاؤں بینن کی ایک کمیون باسیلہ میں واقع ہے جو کہ باسیلہ سے کوتونو جانے والی مین ہائی وے پر باسیلہ سے 20 کلومیٹر پر برلب سڑک واقع ہے۔اس گاؤں کی آبادی تقریباً 3000 نفوس پر مشتمل ہے جو کہ زیادہ تر مسلمان اور کچھ حصہ عیسائی آبادی پر مشتمل ہے یہاں پر احمدیت کا نفوذ آج سے تقریباً 26 برس پہلے ہوا۔یہاں پر پچھلے سال مسجد بنانے کی منظوری ہوئی۔مسجد کا سنگ بنیاد پچھلے سال مارچ 2012ء میں خاکسار نے رکھا۔جس میں خاکسار نے اس علاقہ کے امام اور اس علاقہ کے روایتی بادشاہ کو بھی مدعو کیا تھا۔اس مسجد کی تعمیر میں مقامی جماعت نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بچے، بوڑھے، مرد، عورتیں سبھی نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔خاکسار ان تمام احباب جماعت کا تہہ دل سے شکرگزار ہے جنہوں نے وقار عمل سے کافی سارا جماعتی روپیہ بچایا۔خاص طور پر مَیں ذکر کرنا چاہوں گا صدر صاحب جماعت آوٗرو مکرم یعقوبو صالیو صاحب اور ان کے بیٹے مکرم جبرائیل صاحب کا جنہوں نے کئی دن مسلسل محنت کر کے مسجد کی چھت کے لئے لکڑی تلاش کی اور پھر خود اس چھت کو مکمل کیا۔خدا تعالیٰ ان سب احباب کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت عطا کرے۔آمین

اکتوبر 2012 میں مسجد کی عمارت کا کام ختم ہوا اور اس کے بعد رنگ کا کام شروع ہوا۔جو کہ جلد ہی تکمیل پذیر ہوا۔

آخر 6 جنوری 2013ء کا وہ بابرکت دن ہے جب اس مسجد کا باقاعدہ افتتاح عمل میں آیا۔اس غرض سے مکرم نیشنل امیر صاحب بطور خاص تشریف لائے۔

مکرم یعقوبو احمد صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی اس کے بعد اس کا فرنچ زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔اس کے بعد مکرم تیبیبو سلیمان صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا عربی قصیدہ ”یا عین فیض اللہ والعرفان“ پیش کیا۔اس کے بعد اس قصیدہ کا فرنچ ترجمہ پیش گیا۔جب حاضرین نے اس قصیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد اس انداز میں سنی تو عش عش کر اٹھے اور بار بار نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے نعرے بلند کر کے اپنے جوش کا اظہار کرتے۔ اس قصیدہ کا فرنچ میں ترجمہ مکرم اولابی مصطفیٰ صاحب نے پیش کیا۔

قصیدہ کے بعد مکرم صدر صاحب جماعت آوٗرو نے جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف کروایا کہ جماعت آوٗروگاؤں میں کس طرح آئی۔اس میں انہوں نے بتایا کہ آج سے 26 برس قبل یہاں انہوں نے خود اپنے بھائی کی دعوت پر بیعت کی تھی۔ان کے بھائی مکرم یعقوبو عثمان صاحب اسی ریجن باسیلہ کی جماعت مانیگری کے فرد ہیں۔اور وہ اس گاؤں کے بادشاہ بھی ہیں۔مکرم بادشاہ صاحب خود بھی اس پروگرام کو رونق بخشنے کیلئے حاضر ہوئے تھے۔اس کے بعد سے اس گاؤں میں احمدیت کا پودا لگا۔اور اب آہستہ آہستہ اس گاؤں میں احمدیت ترقی کر رہی ہے۔اس گاؤں میں غیر احمدی مولویوں کے اثر کے ماتحت گاؤں کے لوگ خود کو احمدی کہلوانے سے تو ہچکچاتے ہیں۔لیکن احمدیت کی سچائی کا اظہار وہ برملا کرتے ہیں۔مکرم صدر صاحب نے کہا کہ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ جلد وہ وقت میری زندگی میں ہی لائے کہ یہ سارے کا سارا گاؤں احمدیت کی آغوش میں آئے۔

اس کے بعد اس پروگرام میں شامل اس گاؤں کے چیف نے تقریر کی۔اور اس میں انہوں نے جماعت احمدیہ کی ملک گیر خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ مَیں اکثر ریڈیو پر جماعتی تبلیغ بھی سنتا ہوں اور اس ملک کے نیشنل چینل پر جو جماعتی خدمات کے حوالے سے خبریں ملتی ہیں وہ بھی سنتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ لوگ اس خطہ میں بہت تھوڑے ہیں اور ان کو یہاں آئے ہوئے زیادہ عرصہ بھی نہیں ہوا لیکن جس بے لوث طریقہ سے یہ انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو مزید ترقی دے اور یہ جماعت اس پورے خطہ میں پھیلنے والی ہو۔

اس کے بعد ایک اور قریب کے گاؤں کے چیف نے بھی خطاب کیا اور کہا کہ مَیں احمدیت کے بارہ میں زیادہ تو نہیں جانتا لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ان لوگوں کے بارے میں کبھی کوئی الفاظ برائی کا نہیں سنا۔انہوں نے مزید کہا کہ میں اس جماعت کے صدر صاحب کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ وہ اتنا لمبا فاصلہ طے کر کے ہمیں ملنے کیلئے آئے ہیں اور خدا تعالیٰ ان کی ان کوششوں کو کامیاب کرے اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔(آمین)

اس کے بعد مانیگری علاقے کے بادشاہ جو کہ احمدی ہیں انہوں نے اس گاؤں کے کچھ حالات سے آگاہ کیا اور احمدیت کی عالمگیر خدمات کا تذکرہ کیا۔اور مکرم امیر صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ وہ اتنی دور سے ہمیں اس چھوٹے سے گاؤں میں رونق بخشنے آئے۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزا دے کہ آپ کی کوششوں سے یہاں پر مسجد کی تعمیر ممکن ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ آپ کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے۔آمین

اس کے بعد اس علاقہ کے لوکل مشنری مکرم اولابی مصطفیٰ صاحب نے جماعت احمدیہ کی صداقت قرآن مجید سے واضح کی کہ بعض غیر احمدی مولوی یہاں ان چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں جو پروپیگنڈا جماعت کے خلاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ کس قدر بے بنیاد ہے اور خدا تعالیٰ نے کس طرح جماعت احمدیہ کی سچائی قرآن کریم میں واضح کر دی ہے۔

مکرم اولابی مصطفیٰ صاحب کی تقریر کے بعد داسا ریجن کے سینٹرل مبلغ مکرم قیصر محمود طاہر صاحب نے جماعتی ترقیات پر روشنی ڈالی کہ کس طرح جماعت احمدیہ اطراف عالم میں آج ترقی کرتی ہوئی نظر آرہی ہے اور کس طرح جماعت کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب دنیا کو تباہی سے بچانے میں مصروف ہیں۔ کبھی وہ یورپی یونین سے خطاب فرما رہے ہیں اور ان کو اس دنیا کو تباہی سے بچانے کے متعلق رہنمائی دے رہے ہیں۔تو کبھی برطانیہ اور امریکہ کی سیاسی لیڈرشپ سے خطاب کر کے ان کو مالی بحران سے نکلنے اور امن عالم کے قیام کے متعلق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رہنمائی فرما رہے ہیں۔

آخر پر مکرم امیر صاحب نے اپنی تقریر میں امام کی اہمیت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا ایک امام ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ ہیں اس لئے جماعت آپ کو اسلام کی ترقی کے کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔آج اسلام کی ترقی خلافت سے وابستہ کر دی گئی ہے۔جو اس نظام میں شامل ہیں وہ اپنے تعلق کو خلافت سے مضبوط کریں۔جو ابھی خلافتِ احمدیہ کے ساتھ وابستہ نہیں ہوئے وہ اپنے آپ کو اس نظام سے وابستہ کر لیں۔اس کے بعد مکرم امیر صاحب اس گاؤں کے چیف اور امام کو لے کر فیتہ کاٹنے کیلئے آگے بڑھے۔فیتہ کاٹنے کے بعد امیر صاحب نے دعا کروائی۔

دعا کے بعد ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کی گئیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد تمام حاضرین میں کھانا تقسیم کیا گیا۔

کھانے کے بعد مکرم امیر صاحب اپنے وفد کے ہمراہ واپس کوتونو کی طرف روانہ ہو گئے۔آپ کے ساتھ وفد میں بوئی کونی ریجن کے مبلغ مکرم عبدالقدوس صاحب اور داسا ریجن کے مبلغ مکرم قیصر محمود صاحب ہیں شامل تھے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ مسجد جماعتی ترقیات میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہو۔اور خدا تعالیٰ اس مسجد کی برکت سے اس سارے علاقے کو احمدیت کی آغوش میں ڈال دے۔آمین۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

جزیرہ تاویونی (فجی) میں جلسہ سیرت النبی ﷺ کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ: سیف اللہ مجید۔ مبلغ سلسلہ تاویونی۔ جزائر فجی)

جماعت احمدیہ تاویونی کو 2 اکتوبر 2012ء بروز ہفتہ جلسہ سیرت النبیؐ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔اس غرض سے ایک سکول کی عمارت کو منتخب کیا گیا اور حکومتی اور مذہبی اداروں کے اعلیٰ نمائندگان سے ذاتی طور پر جا کر رابطہ کیا گیا۔ ہر مذہب وملت کے لوگوں کو مدعو کیا گیا اور دعوت نامے تقسیم کئے گئے۔

اس جلسہ میں شمولیت کے لئے مکرم مولانا فضل اللہ طارق صاحب امیر ومشنری انچارج فجی بھی تشریف لائے۔جلسہ کی کارروائی کا آغاز گیارہ بجے صبح تلاوت قرآن کریم سے ہوا اور پھر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم نعتیہ کلام انگلش ترجمہ کے ساتھ پیش کیا گیا۔جلسے کی پہلی تقریر مکرم نعیم اقبال صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے حوالے سے کی۔پھر مکرم راتو احمد صاحب مقامی معلم نے ”اسلام ایک امن پسند مذہب“ کے حوالے سے مقامی زبان فجین میں تقریر کی۔ان کے بعد مکرم فدا حسین صاحب جنرل سیکرٹری تاویونی نے آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ کے حوالے سے تقریر کی۔ ان کے بعد مکرم امیر صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اسلام اور ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک دوسرے کے مذہب کے احترام کا درس دیتے ہیں اور کسی بھی مذہب کے راہنماؤں کو گالی دینے اور بُرا کہنے سے سختی سے منع کرتے ہیں۔آخر پر مہمان خصوصی جزیرہ کے ڈسٹرکٹ آفیسر صاحب نے تقریر کی۔اور کہا کہ جس رنگ میں آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے تقاریر پیش کی گئی اور اسلامی تعلیمات کے مطابق احباب جماعت کی طرف سے کئے جانے والے انتظامات اور محبت کے انداز تھے اس نے میڈیا کے ذریعے کی جانے والی گستاخیوں کے غلط اثر کو ایسے دھو ڈالا کہ آنے والے مہمانوں کے چہروں اور گفتگو سے ایک نئے تعلق کا احساس ہو رہا تھا۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب مجھے دعوت نامہ ملا تو میرے ذہن میں مسلمانوں کے متعلق دہشتگرد کا جو امیج (Image) تھا تو اس کی بنا پر مَیں حیران تھا۔مجھے ان لوگوں نے کیوں بلایا ہے۔لیکن یہاں آ کر احساس ہوا کہ اسلام دوسروں سے کتنا پیار کرنے اور عزت دینے والا مذہب ہے اور کتنا پُرامن مذہب ہے۔

ایسے ہی جذبات کا اظہار ہر آنے والے غیر مذہب کے ماننے والوں کا تھا۔دیگر مہمانوں نے حضورؐ کے متعلق بنائی جانے والی فلم کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

آخر پر مکرم امیر صاحب نے آنے والے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور مہمان خصوصی کو قرآن مجید اور اسلامی اصول کی فلاسفی کا تحفہ پیش کیا اور یوں یہ جلسہ تقریباً دو بجے دعا کے ساتھ ختم ہوا۔

اس جلسہ میں کل حاضری 120 سے زائد رہی اور اس میں مہمانوں کی تعداد 80 کے قریب تھی۔

قارئین الفضل سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کے نیک ثمرات عطا فرمائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام احمدیت کی محبت کا جھنڈا ہر دل میں مضبوطی سے گاڑنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔آمین ثم آمین۔

۞۞۞۞۞۞۞

الفضل انٹرنیشنل میں
اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
(مینیجر)

بقیہ: خطاب حضور انور از صفحہ نمبر 2

کسی کو آگ سے نہ جلایا جائے۔(سنن الترمذی کتاب السیر باب 20/20۔ حدیث 1571)

کسی جانور کو قتل نہ کیا جائے، کسی درخت کو نہ کاٹا جائے، اپنے مخالفوں کی طرح کسی دشمن مقتول کے ناک کان نہ کاٹے جائیں۔ پھر جب فتح ہو جاتی تو پھر یہ اعلان فرماتے کہ کسی زخمی کو قتل نہیں کرنا۔(کنز العمال جزء 4 صفحہ 205 کتاب الجہاد / قسم الافعال، باب فی احکام الجہاد فصل فی الاحکام المتفرقۃ۔ حدیث 11419، 11420، 11421۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

کسی بھاگنے والے کا زیادہ تعاقب نہیں کرنا۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد و السیر باب من رأی العدو فنادی باعلی صوتہ......الخ۔ حدیث 3041)

پھر قیدیوں کے بارے میں فرماتے کہ ان سے حسنِ سلوک کرو۔ چنانچہ جنگِ بدر کے قیدی خود کہتے ہیں کہ خدا کی قسم مسلمان خود پیدل چلتے اور ہمیں سوار کرتے۔ خود بھوکے رہتے لیکن ہمیں کھانا کھلاتے۔ خود پیاسے رہتے مگر ہمیں پانی پلاتے۔ (کتاب المغازی للواقدی جزء اول صفحہ 116-117 "بدر القتال"۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

تو اسلام کو جنگجو اور دہشت گرد مذہب قرار دینے والے ذرا سوچیں، کیا جنگجو مذہب اس قسم کی ہدایات دیا کرتے ہیں۔ چند لوگوں کے یا چند تنظیموں کے اپنے مفاد کو اسلام کی تعلیم کا نام نہ دیا جائے۔ آج کی اس دنیا میں جب انسان اپنے آپ کو بہت زیادہ مہذب سمجھتا ہے اور سلجھا ہوا سمجھتا ہے لیکن کیا ان اعلیٰ اقدار کا مظاہرہ نظر آتا ہے۔ اب دیکھ لیں کہ جب ہوائی جہازوں سے بم برسائے جا رہے ہوتے ہیں یا توپوں کے گولے شہری آبادیوں پر داغے جا رہے ہوتے ہیں تو کس قدر معصوموں کا اور بچوں کا خون ہو رہا ہوتا ہے۔ اگر کوئی دہشت گرد ہے بھی تو کر کوئی رہا ہوتا ہے اور بھر کوئی رہا ہوتا ہے۔ اب دیکھ لیں کہ جن علاقوں میں بدامنی ہے، اخباروں میں روزانہ آتا ہے کہ وہاں بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کے جنازے اُٹھ رہے ہوتے ہیں۔ تو پھر یہ کونسی حسین تعلیم ہوئی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا'' (سورۃ المائدہ:33) یعنی جس شخص نے ایسے شخص کو قتل کیا کہ اُس نے کوئی ناحق کا خون نہیں کیا تھا یا کسی ایسے شخص کو قتل کیا جو نہ بغاوت کے طور پر امنِ عامہ میں خلل ڈالتا تھا اور نہ زمین میں فساد پھیلاتا تھا تو اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ یعنی بے وجہ ایک انسان کو قتل کر دینا خدا کے نزدیک ایسا ہے کہ گویا تمام بنی آدم کو ہلاک کر دیا''۔ فرمایا کہ ''ان آیات سے ظاہر ہے کہ بے وجہ کسی انسان کا خون کرنا کس قدر اسلام میں جرمِ کبیر ہے''۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 394)

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''جو شخص ہمدردی کو چھوڑتا ہے وہ دین کو چھوڑتا ہے۔ قرآنِ شریف فرماتا ہے مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍ ...... (سورۃ المائدہ:33) یعنی جو شخص کسی نفس کو بلاوجہ قتل کر دیتا ہے وہ گویا ساری دنیا کو قتل کرتا ہے''۔ فرمایا ''ایسا ہی مَیں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ ہمدردی نہیں کی تو اس نے ساری دنیا کے ساتھ ہمدردی نہیں کی''۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 271۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

حدیث میں ایک روایت ہے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابوعزیز بن عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں مَیں بھی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیونکہ قیدیوں سے حسنِ سلوک کرنے کا حکم تھا تو کہتے ہیں کہ مَیں انصار کے کچھ لوگوں کے پاس تھا۔ اُن لوگوں کا حال یہ تھا کہ دوپہر اور شام کا کھانا جب لاتے تو خود کھجور کھا لیتے اور مجھے روٹی کھلاتے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ ذکر رؤیا عاتکۃ بنت عبدالمطلب/مقتل النضر و عقبۃ صفحہ 439 دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حالت ایسی تھی کہ پوری طرح کھانا تو میسر نہیں تھا، جو تھوڑا بہت میسر آتا تھا وہ قیدیوں کو لا دیتے تھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں سے اچھا برتاؤ کرنے کی نصیحت فرمائی ہوئی تھی۔

پھر حَسَن بن اَسود بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ کے موقع پر مقتولین میں کچھ بچوں کی نعشیں بھی پائی گئیں۔ حضورؐ کو جب پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے جنگجو مَردوں کے ساتھ معصوم بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ مشرکوں کے بچے ہی تو تھے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا آج تم میں سے جو بہترین لوگ ہیں وہ بھی کل مشرکوں کے بچے ہی تو تھے۔ (تم لوگ جو آج اسلام لے آئے ہو، کل تک تم بھی تو مشرکوں کے بچے ہی تھے۔) یاد رکھو کہ کوئی بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو نیک فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی یہ کیفیت اُس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک وہ بولنا سیکھتا ہے۔ اس کے بعد اُس کے ماں باپ اُسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ جزء 7 صفحہ 656۔ کتاب الجہاد باب من ینہی عن قتلہ فی دار الحرب۔ دار الفکر بیروت)

نصیحت کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بچوں کو اس لئے قتل کرنا کہ وہ مشرکوں کے بچے ہیں، سخت گناہ ہے۔

تو دیکھیں یہ حسین تعلیم ہے جو اسلام پیش کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا رہا ہے اور جماعت احمدیہ بھی اب اس پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتی ہے اور کر رہی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے بعد سے جماعت احمدیہ کا مؤقف ہی یہ ہے کہ اب کسی قسم کا جو تلوار کا جہاد ہے وہ حرام ہو چکا ہے۔ لیکن یہ بچوں کا قتل اور یہ وہ باتیں جو مَیں نے بیان کیں۔ آج کی دنیا میں دیکھ لیں تو یہ مہذب کہلانے والے جب جنگیں کر رہے ہوتے ہیں تو یہ سب کچھ وہ خود بھی کر رہے ہیں۔

پھر آزادیٔ ضمیر کی اور آزادیٔ مذہب کی جو اسلام نے اجازت دی ہے، وہ کسی اور مذہب میں اس طرح نہیں۔

اس کے لئے مَیں یہ روایت بیان کرتا ہوں جو یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ مخالفین کے بعض گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایا بن جانے کے باوجود اپنے پرانے مذہب پر قائم رہنا چاہتے تھے۔ اس لئے اُن کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اب ان کا کیا بنے گا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ ہی یہ تھا کہ ہر انسان کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ جو مذہب چاہے اختیار کر لے۔ مخالف گروہ چونکہ آپ کے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس لئے مخالفین کو یہ خیال تھا۔ گو اسلام کی تعلیم تو یہی ہے لیکن خود اُن کا عمل کیونکہ یہ نہیں تھا اور مسلمانوں پر وہ زبردستی کیا کرتے تھے اس لئے اُن کو خوف پیدا ہو رہا تھا۔ اس لئے جب وہ مخالفین خود مغلوب ہو گئے اور جب مسلمانوں نے اُن پر غلبہ پا لیا تو پھر اُن میں خوف پیدا ہوا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی خفت مٹانے کے لئے ایک بار اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس اصول کو منوانے کے لئے مَیں تم سے لڑا ہوں، اُسے تمہاری مخالفت کی وجہ سے ترک نہیں کیا جائے گا۔ بیشک تم نے اپنی ظالمانہ ذہنیت کے ماتحت ایک غلط روش اختیار کی تھی لیکن حق ہر حال میں قائم رہے گا۔ جاؤ تم پر کوئی گرفت نہیں۔ تم میں سے ہر ایک مذہب کے بارہ میں آزاد ہے۔ تم ہمارے ذمّی ہو۔ اللہ اور اُس کے رسول تمہاری ہر قسم کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ تو یہ ہے آزادیٔ مذہب۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسلام پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ جبر سے پھیلا تو فرمایا:

''مَیں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآنِ شریف میں فرماتا ہے۔ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ: 257)۔ یعنی دینِ اسلام میں جبر نہیں۔ تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا۔ اور جبر کے کونسے سامان تھے۔ اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کئے جاتے ہیں اُن کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے کے، باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں اور جب ہزار تک پہنچ جاویں تو کئی لاکھ دشمن کو شکست دے دیں۔ اور دین کو دشمن کے حملہ سے بچانے کے لئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹا دیں۔ اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے مہریں کر دیں۔ اور خدا کی توحید کے پھیلانے کے لئے ایسے عاشق ہوں کہ درویشانہ طور پر سختی اُٹھا کر افریقہ کے ریگستان تک پہنچیں اور اس ملک میں اسلام کو پھیلا دیں اور پھر ہر یک قسم کی صعوبت اُٹھا کر چین تک پہنچیں۔ نہ جنگ کے طور پر بلکہ محض درویشانہ طور پر''۔ (ان جگہوں پر جنگ سے نہیں گئے بلکہ درویشانہ طور پر گئے۔ مبلغ بن کر گئے) ''اور اس ملک میں پہنچ کر دعوتِ اسلام کریں۔......تم اِیماناً کہو کہ کیا یہ کام اُن لوگوں کا ہے جو جبراً مسلمان کئے جاتے ہیں؟ جن کا دل کافر اور زبان مومن ہوتی ہے؟ نہیں۔ بلکہ یہ اُن لوگوں کے کام ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے بھر جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا ہی خدا ہوتا ہے''۔

(پیغامِ صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 468-469)

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''تمام سچے مسلمان جو دنیا میں گزرے ہیں، کبھی اُن کا عقیدہ یہ نہیں ہوا کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہئے بلکہ ہمیشہ اسلام اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے دنیا میں پھیلا ہے۔ پس جو لوگ مسلمان کہلا کر صرف یہی بات جانتے ہیں کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہئے وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں اور ان کی کارروائی درندوں کی کارروائی سے مشابہ ہے''۔

فرمایا ''قرآنِ کریم میں صاف حکم ہے کہ دین کے پھیلانے کے لئے تلوار مت اُٹھاؤ اور دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرو اور نیک نمونوں سے اپنی طرف کھینچو۔ اور یہ مت خیال کرو کہ ابتدا میں اسلام میں تلوار کا حکم ہوا، کیونکہ وہ تلوار دین کو پھیلانے کے لئے نہیں کھینچی گئی تھی بلکہ دشمنوں کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اور یا امن قائم کرنے کے لئے کھینچی گئی تھی۔ مگر دین کے لئے جبر کرنا کبھی مقصد نہ تھا''۔

(ستارہ قیصریہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 120-121)

اسلام کی رواداری کے اعلیٰ معیار کیا تھے؟ اس کی مثال دیتا ہوں۔

جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کا عیسائی وفد آیا تو وہ لوگ عصر کے بعد مسجدِ نبوی میں آئے اور گفتگو کرتے رہے۔ گفتگو کرتے کرتے ان کی عبادت کا وقت آ گیا۔ غالباً اتوار کا دن ہوگا۔ چنانچہ وہ وہیں مسجد میں اپنے طریق کے مطابق عبادت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے، مسلمان صحابہ نے اُس وقت چاہا کہ اُنہیں روک دیں۔ مگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کرو۔ چنانچہ انہوں نے اسی جگہ مشرق کی طرف منہ کیا اور اپنے طریق کے مطابق عبادت کی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 396 امر السید والعاقب و ذکر المباہلۃ/صلاتھم الی المشرق۔ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

پھر فتح مکّہ کا واقعہ ہے کہ طائف سے بنوثقیف کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُن کے لئے مسجد میں خیمے نصب کرائے اور وہاں اُن کو ٹھہرایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ پلید مشرک قوم ہے، مسجد میں ان کا ٹھہرانا مناسب نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارشادِ الٰہی: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ میں دل کی طرف اشارہ ہے۔ جسموں کی ظاہری گندگی مراد نہیں اور نہ کوئی انسان ان معنوں میں پلید ہے۔ کیونکہ سب انسان پاک ہیں اور وہ ہر مقدس جگہ میں بلا روک ٹوک جا سکتے ہیں۔

(احکام القرآن للجصاص جلد 4 صفحہ 279 سورۃ التوبۃ زیر آیت ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجداللہ...... بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ cd)

اب انسان کون کون سے واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرے۔

ایک اور واقعہ بیان کرتا ہوں۔ اس کے سننے کے بعد تو کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ انسان کہے کہ اسلام جبر سے پھیلا ہے یا جبر کا حکم دیتا ہے۔

صفوان بن امیہ مشرکینِ مکہ کے اُن سرداروں میں سے تھا جو عمر بھر مسلمانوں سے لڑائیاں کرتے رہے۔ فتح مکہ کے موقع پر اُس نے عکرمہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے اعلانِ امن کے باوجود خالد بن ولید کے دستے پر حملہ کیا لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے کوئی خاص سزا کا اعلان نہیں فرمایا۔ مکّہ فتح ہونے کے بعد عکرمہ بھی اور یہ لوگ بھی خوفزدہ تھے، شرمندہ بھی تھے تو یمن کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ کیونکہ صفوان اپنے جرائم سے خوب واقف تھا اور اس کا یہ خیال تھا کہ اس کی معافی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تو اُس کے چچا حضرت عمیر بن وہب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے تو ہر کالے گورے کو اَمان دے دی ہے۔ اپنے چچا زاد بھائی کا بھی خیال رکھیں، اُس کو بھی معاف کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے معاف کیا۔ اس بات پر وہ صفوان کے پاس گئے اور اُس کو معافی کی خبر دی۔ وہ یمن کی طرف جا رہا تھا، راستے میں پکڑ لیا۔ تو اُس کو یقین نہیں آتا تھا کہ میری معافی ہو سکتی ہے۔ اُس کے کرتوت ایسے تھے کہ جو بظاہر ناقابلِ معافی تھے۔ وہ حضرت عمیرؓ کو کہہ رہے تھے کہ جھوٹ بول رہے ہو، پرے ہٹ جاؤ، میری نظروں سے دُور ہو جاؤ۔ مجھے کس طرح معافی مل سکتی ہے؟ مجھے تو مسلمانوں سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حضرت عمیرؓ نے اُسے سمجھایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے تصور سے بھی کہیں بہت زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔ اور حلیم اور کریم ہیں۔ اور

اُن کی عزت تمہاری عزت اور اُن کی حکومت تمہاری حکومت ہے۔ اس یقین دہانی پر صفوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آتے ہی پہلا سوال یہ کیا کہ کیا آپ نے مجھے امان دی ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مَیں نے تمہیں اَمان دی ہے۔ پھر صفوان نے عرض کیا کہ مجھے دو ماہ کی مہلت دیں کہ اپنے مذہب پر قائم رہوں۔ (یعنی میں اسلام نہیں لاؤں گا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دو ماہ کی مہلت مانگتے ہو مَیں تمہیں چار مہینے کی مہلت دیتا ہوں۔ تو یوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ درجہ کا جو حسنِ سلوک تھا اور جو خُلقِ عظیم تھا، اُس کی ایک شاندار مثال قائم فرمائی۔ تو یہ جو مہلت اُس کو دی گئی تھی، اُس نے جب (اس میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حسنِ سلوک اور آپؐ کی سخاوت دیکھی تو وہ چند دن کے بعد ہی مسلمان ہو گیا اور اُس کا واقعہ بھی اس طرح ہوا کہ محاصرہ طائف سے واپسی پر جب حضور ایک وادی کے پاس سے گزرے۔ تو یہ صفوان بھی ساتھ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مال ریوڑ وغیرہ وہاں اُس وادی میں چَر رہے تھے۔ سو صفوان حیران ہو کر اور بڑی لالچ سے اُس ریوڑ کو دیکھنے لگا۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی نظر کو پہچان لیا اور فرمایا کہ اے صفوان! کیا یہ جانور تجھے بہت اچھے لگ رہے ہیں۔ اُس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا جاؤ یہ سب تمہیں بخش دیئے۔ صفوان بے اختیار کہہ اُٹھا کہ خدا کی قسم! اتنی بڑی عطا اتنی خوشدلی سے سوائے نبی کے کوئی نہیں کرسکتا۔ اور اُسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(السیرۃ الحلبیۃ وھو الکتاب المسمی انسان العیون فی سیرۃ الامین والمأمون۔ جلد 3صفحہ 135۔ باب ذکر مغازیہ ﷺ/فتح مکۃ شرفھا اللہ تعالی دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

تو یہ اسلامی تعلیم کے وہ اعلیٰ معیار، وہ نظارے ہیں جو اس زمانے میں دوبارہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں سکھائے اور ان پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی تاکہ تمام دنیا میں محبت، رواداری اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہو جائے اور قائم ہو جائے اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی عزم کے ساتھ جماعت احمدیہ ساری دنیا میں پیغام پہنچا رہی ہے۔

تو یہ اسلامی تعلیم کے وہ چند پہلو ہیں جن کا مَیں نے مختصراً ذکر کیا ہے۔ اور بہت سارے پہلو ہیں جن کی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن وقت کے لحاظ سے اتنا ہی بیان کرسکتا تھا۔ اور یہ وہ چند پہلو ہیں جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ تلقین کی اور اپنے عمل سے ان پر عمل پیرا ہو کر دکھایا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ان اعلیٰ اقدار اور اخلاق سے بھری پڑی ہے لیکن وقت کی رعایت کی وجہ سے مَیں بیان نہیں کرسکتا۔ اور ان اعلیٰ اخلاق اور اقدار کی مثالیں ہمیں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ہی نظر نہیں آتیں بلکہ آپ کی قوتِ قدسی اور تربیت کا اثر یہ تھا کہ یہ اعلیٰ اخلاق اور یہ اعلیٰ معیار آپ کے صحابہ میں بھی پائے جاتے تھے۔ اس لحاظ سے مَیں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ایک احمدی کا عمل بھی اپنے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں یہی ہونا چاہئے اور ہر غیر جو دیکھنے والا ہے وہ احمدی کو دیکھ کر یہ کہے کہ اسلام کا اصل، صحیح اور ٹھیٹھ نمونہ اگر دیکھنا ہے تو ان احمدیوں میں دیکھو۔ ان احمدیوں میں تلاش کرو۔

R & R

CAR SERVICES LTD

Abdul Rashid

Diesel & Petrol Car Specialist

Unit-15 Summerstown, SW17 0BQ
Tel: 020 8877 9336
Mob: 07782333760

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو ہم سے توقعات ہیں اور جیسا وہ ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں، اس کے بارے میں آپ کے الفاظ میں کچھ بیان کرتا ہوں۔ اور ہر احمدی کی کوشش ہونی چاہئے کہ وہ ان پر عمل کرے۔ حضورؑ فرماتے ہیں کہ:

’’سواے دوستو! اس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رُو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل سختی کر کے کسی مفسدہ کو پیدا کریں‘‘۔ (یعنی سختیوں کی وجہ سے کوئی فساد پیدا کرے) ’’یہ تو وہ وصیّت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی۔ اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو ان پر عمل نہ کرے‘‘۔

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد13 صفحہ 17)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لئے کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبر گیری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں ہے تو اتنا نہیں کرتے کہ اُس کے لئے اپنے مال کا کوئی حصہ خرچ کریں۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبر گیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی ہے کہ اگر تم گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کر لو تا کہ اُسے بھی دے سکو۔ اب کیا ہوتا ہے اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں لیکن اُس کی کچھ پروا نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ ہمسایہ سے اتنا ہی مطلب ہے جو گھر کے پاس رہتا ہو بلکہ جو تمہارے بھائی ہیں وہ بھی ہمسایہ ہی ہیں، خواہ وہ سو کوس کے فاصلے پر بھی ہوں‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 215۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ’’بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کی کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ …… بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خود نمائی سے اُن کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو‘‘۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد19 صفحہ 11-12)

پھر آپ نے اپنی جماعت کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’چاہئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو۔ اور ہر ایک کے لئے سچے ناصح بنو اور چاہئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گزر نہ ہو اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے‘‘۔ فرمایا ’’یہ وہ امور اور وہ شرائط ہیں جو مَیں ابتدا سے کہتا چلا آیا ہوں۔ میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہو گا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں۔ اور چاہئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگزر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو۔ اور جذباتِ نفس کو دبائے رکھو۔ اور اگر بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو۔ اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اُٹھ جاؤ‘‘۔ پھر فرمایا کہ ’’تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکے گا‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 221 اشتہار بعنوان ’’اپنی جماعت کو متنبہ کرنے کے لیے ایک ضروری اشتہار‘‘ اشتہار نمبر 191 مطبوعہ ربوہ)

آپ مسلمانوں سے بھی، اپنوں سے بھی، غیروں سے بھی، دوسرے مذہب والوں سے بھی ہمدردی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

’’پس مخلوق کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے کہ اگر انسان اُسے چھوڑ دے اور اُس سے دُور ہوتا جاوے تو رفتہ رفتہ پھر وہ درندہ ہو جاتا ہے۔ انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے اور وہ اُسی وقت تک انسان ہے جب تک اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ مروت، سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے‘‘۔ فرمایا کہ ’’یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ کسی قوم اور فرد کو الگ نہ کرے۔ میں آجکل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو خواہ وہ کوئی ہو۔ ہندو ہو یا مسلمان ہو یا کوئی اَور۔ مَیں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ …… یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ نیکی کو بہت پسند کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق سے ہمدردی کی جاوے۔ اگر وہ بدی کو پسند کرتا تو بدی کی تاکید کرتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی شان اس سے پاک ہے۔ سبحانہٗ تعالیٰ شانُہٗ‘‘۔ پھر فرمایا ’’پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو، ہمدردی کرو اور بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآنِ شریف کی تعلیم ہے۔ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا (الدھر:9)‘‘۔ فرمایا کہ ’’وہ اسیر اور قیدی جو آتے تھے اکثر کفّار ہی ہوتے تھے۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 216 تا 219۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

تو یہ وہ خوبصورت تعلیم ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نصائح پر عمل کرنے والا بنائے۔ ہمیں صحیح معنوں میں عبادالرحمٰن بننے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم میں سے ہر ایک ہر وقت خدمتِ خلق اور خدمتِ انسانیت کے لئے تیار ہو۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو انسانی زندگی کی اہمیت کا احساس دلائے اور دنیا میں امن، سلامتی اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہو۔

قادیان میں جو لوگ اس وقت جلسہ سننے کے لئے آئے ہوئے ہیں، بیٹھے ہوئے ہیں، (رابطہ تو ٹھیک ہے۔) اب اُن کے لئے اللہ تعالیٰ اُن سب شاملین کو ویسے تو اس وقت ایم ٹی اے کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں ہر جگہ لوگ جلسہ میں شامل ہیں، لیکن اس وقت جو قادیان میں لوگ موجود ہیں اللہ تعالیٰ سب کو) جلسہ کی برکات سے فیضیاب فرمائے اور ان تین دنوں میں دیارِ مسیح میں پہنچ کر جن روحانی فیوض سے ان سب نے فیض حاصل کیا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی نسلوں میں بھی یہ فیض ہمیشہ جاری رکھے اور ان دنوں میں وہاں آئے ہوئے لوگوں کو جو دعاؤں کی توفیق ملی ہے، شاملین کو جو دعاؤں کی توفیق ملی ہے، اللہ تعالیٰ اُنہیں قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اُن سب شاملین کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے جو دعائیں ہیں، اُن کا وارث بنائے۔ اور آپ سب کو اسلام اور احمدیت کی پیاری تعلیم کو، اس امن پسند تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک پہنچائی اور جس پر مسلمانوں کو عمل کرنے کی نصیحت فرمائی اور توقع فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سب شاملینِ جلسہ کو جو اس وقت قادیان میں موجود ہیں، خیر و عافیت سے اپنے گھروں میں لے جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ خیریت سے اپنے گھروں کو پہنچیں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت فرماتا رہے۔

اب دعا ہو گی لیکن ایک چھوٹی سی بات اور مَیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ گزشتہ دنوں ایران میں ایک خوفناک زلزلہ آیا ہے اور بڑی تباہی پھیلی ہے۔ ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کے لئے دعائیں بھی کی جائیں اور مالی مدد بھی۔ میرا خیال ہے کہ مختلف ملکوں میں بہرحال کوئی ایسے طریقہ کار رائج ہوئے ہوں گے جو مدد اُن تک پہنچ سکے۔ تو ہر ملک میں جو امراء ہیں وہ اپنے اپنے حالات کے مطابق جائزہ لے کر کوئی لائحہ عمل تجویز کریں اور ان لوگوں کی، آفت زدہ لوگوں کی، خدمت کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس موقعہ پر حضور انور نے منتظمین سے استفسار فرمایا کہ اس کے بعد تو کوئی رپورٹ نہیں آئی؟ ایم ٹی اے کی کوالٹی اور تعداد کے بارے میں تو کوئی رپورٹ نہیں؟ پھر فرمایا:

اُن کی تعداد کی پہلی رپورٹ یہ تھی کہ لوگ آ رہے ہیں۔ اس کے مطابق اُن کا اندازہ تھا کہ اللہ کے فضل سے پچاس ہزار تک حاضری پہنچ جائے گی۔ اب پہنچی ہے یا نہیں، بہرحال ابھی تک اس کی رپورٹ نہیں آئی۔ لیکن جو بھی ہے قادیان کے لحاظ سے یہ بہت بڑی تعداد ہے اور الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا جتنا ہے، جو پریس ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ کو بڑی کوریج دے رہا ہے۔ اور سات ٹی وی چینلز بھی جلسہ کی کوریج دے رہے ہیں، الحمدللہ۔ اور وہاں کے منسٹر اور دوسرے جو اچھے لوگ ہیں وہ بھی جلسہ میں خود حاضر ہوئے یا پیغامات پہنچائے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے جو کھلے دل سے مذہب کی تفریق کے بغیر انسانیت کے جذبے سے کام کرنے والے ہیں۔ اب دعا کر لیں۔

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا

سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: تیس (30) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (45) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (65) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)

بقیہ: براعظم یورپ از صفحہ نمبر 4

احرار یورپ شدید ضرورت محسوس کر رہے ہیں کہ وہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تعلیم کی طرف آئیں اور آپ پورے وثوق سے اور جرأت کے ساتھ برملا اس کا اظہار کر رہے ہیں کہ ؎

صدق سے میری طرف آؤ اِسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

سردست منکرین یورپ کی دو آراء ضبط تحریر کرتا ہوں جن سے اس شعر کی صداقت پر مہر ثبت ہوتی ہے۔

……جارج برنارڈ شا جو کہ ایک نامور مفکّر تھے اور لندن اسکول آف اکنامکس کے بانی شمار کئے جاتے ہیں اور 60 ڈراموں اور متعدد کتب کے مصنف ہیں، وہ تحریر کرتے ہیں:

’’قرون وسطیٰ کے پادریوں نے یا تو جہالت کی وجہ سے یا تعصب کی بنا پر محمدؐ کے دین کی نہایت تاریک تصویر کھینچی تھی۔ فی الحقیقت انہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب سے نفرت کی ٹریننگ دی گئی تھی۔ ان کے نزدیک محمدؐ یسوعؑ کے دشمن تھے۔ لیکن مَیں نے اس عظیم الشان شخصیت کا مطالعہ کیا ہے۔ میری رائے میں وہ نہ صرف یہ کہ دشمن مسیح نہ تھے بلکہ انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ میرا ایمان ہے کہ اگر موجودہ زمانہ میں محمدؐ جیسا دنیا کا آمر بن جائے تو وہ ہمارے زمانے کی مشکلات کا ایسا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جس کے نتیجہ میں حقیقی مسرت اور امن حاصل ہو جائے۔ اب یورپ محمدؐ کے اصولوں کو سمجھنے لگا ہے اور آئندہ صدی میں یورپ اس بات کو زیادہ تسلیم کرے گا کہ اسلام کے اصول اس کی الجھنوں کو حل کر سکتے ہیں۔ میری پیشگوئی کو ان حقائق کے ماتحت سمجھنا چاہئے۔ موجودہ وقت میں بھی میری قوم اور یورپ کے کئی لوگ اسلام اختیار کر چکے ہیں اور کہا جا سکتا ہے کہ یورپ کے اسلامی بننے کا آغاز ہو چکا ہے‘‘۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 152-153)

……دوسرے عالمی شہرت یافتہ یورپ کے مؤرخ پروفیسر ٹائن بی لکھتے ہیں:

(ترجمہ): ’’مغرب سے ٹکراؤ کے نتیجہ میں اب اسلام میں پھر جوش پیدا ہو رہا ہے اور اس میں ایسی روحانی تحریکات جنم لے رہی ہیں جو ممکن ہے کہ آئندہ جا کر عالمگیر مذہب اور تہذیب کی بنیاد بن جائیں۔ مثلاً احمدیہ تحریک ہے‘‘۔ (Civilisation on trial.p 204) (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 153)

……اپنی ایک نظم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ؎

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جنّ و اِنس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار

1894ء میں نکولس ثانی (Nicholos II) رشیا کا بادشاہ یا ’زار‘ تجویز ہوا۔ اس وقت رشیا دنیا کی عظیم ترین طاقتوں میں شمار ہوتا تھا اور اس کو استعماری رشیا اور Imperial Russia کہتے تھے۔ اور یہ زمانہ اس کی بادشاہت کے عروج کا وقت تھا۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے اس کے انحطاط کی خبر دی۔ 24 سال بعد اس کو 1917ء میں قید کیا گیا اور اس کی ساری فیملی جس میں اس کے بیوی بچے، نوکر چاکر، ڈاکٹر اور اس کے نوکر سمیت سب کو ایک کمرے میں بند کر کے 16 جولائی 1918ء کو قتل کر دیا گیا۔ اور زار کا باب صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا مَیں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

1902ء میں ایک عیسائی پادری جان ہیو سمتھ پگٹ نے جو ایک تنظیم اگیپ مون کا لیڈر تھا۔ 7 ستمبر 1907ء کو Clapham لندن کے چرچ میں پہلے مسیح کی آمد ثانی ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر تھوڑی دیر بعد خدائی کا دعویدار بن بیٹھا۔ اس اعلان کے سنتے ہی بعض حاضرین سجدے میں گر گئے اور بعض سخت برہم ہو کر اس پر پتھر برسانے لگے۔ یہاں تک کہ پولیس نے آ کر اس کو اس کے گھر پہنچایا۔

جب الوہیت کے اس مدعی کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچی تو آپ نے اس کو متنبہ کیا اور فرمایا:

’’یہ امر خدا کی غیرت کو بھڑکانے والا ہے کہ ایک شخص انسان ہو کر پھر خدا بنتا ہے اور زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اپنے تئیں قرار دیتا ہے اور اس طرح خدا کے مقدس نبیوں کی بے عزتی کا بھی موجب ہوتا ہے۔ اس لئے میرے سچے اور پاک اور کامل خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے کہ مَیں ایسے شخص کو آنے والی سزا سے متنبہ کروں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے یورپ کی سرزمین میں یہ نشان دکھلایا کہ پگٹ اس تنبیہ کے بعد بالکل خاموش ہو گیا اور قطع تعلق کر کے گمنام زندگی بسر کرنے لگا۔ ؎

پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
ورنہ اُٹھ جاوے اَماں پھر سچے ہوویں شرمسار

……سال 1903ء کے آغاز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر روسی حکومت کے بارہ میں ایک پیشگوئی فرمائی۔ آپؑ نے فرمایا:

’’مَیں نے دیکھا کہ زار روس کا سونٹا میرے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ وہ بڑا لمبا اور خوبصورت ہے۔ پھر مَیں نے غور سے دیکھا تو وہ بندوق ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بندوق ہے بلکہ اس میں پوشیدہ نالیاں بھی ہیں گویا بظاہر سونٹا معلوم ہوتا ہے اور وہ بندوق بھی ہے۔ اور پھر دیکھا کہ خوارزم بادشاہ جو بوعلی سینا کے وقت میں تھا اس کی تیر کمان میرے ہاتھ میں ہے۔ بوعلی سینا بھی پاس ہی کھڑا ہے اور اس تیر کمان سے مَیں نے ایک شیر کو بھی شکار کیا‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 46 حاشیہ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ان رؤیا سے کیا مراد ہے؟ یہ اللہ بہتر جانتا ہے خوارزم بادشاہ ترکی مملوک کا بادشاہ تھا۔ اور ایک سنّی مسلمان تھا۔ اس کی بادشاہت کا دور 1231ء-1077ء تک کا ہے۔ اور ایک وسیع علاقہ جس میں ترکی، عراق، ایران اور مصر شامل ہیں اس کی سلطنت کا حصہ تھے۔ زار روس کے سونٹے سے بظاہر ایک آہنی طاقت کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

1904ء میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کو یورپ کے مختلف حصوں کے بارہ میں بذریعہ غیب اطلاع دی گئی ان میں سے ایک تُرکی کی شکست اور دوبارہ غلبہ کی خبر تھی۔ 4 جنوری 1904ء کو یہ الہام ہوا:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۔فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ (ریویو آف ریلیجنز اُردو جنوری 1904ء) ۔اہل روم نزدیک کی زمین میں مغلوب کئے جائیں گے اور مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غلبہ پائیں گے۔

حضور کے الہام میں بِضْعِ سِنِیْن کا لفظ بتاتا تھا کہ یہ حادثہ تین سے نو سال کے عرصہ میں وقوع پذیر ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا اور جیسا کہ اس میں یہ خبر تھی کہ ترک پھر غالب آ جائیں گے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں ترک مسلمان شاہراہ ترقی پر گامزن ہو گئے اور عجیب بات ہے کہ مغلوبیت کے ٹھیک نو سال کے اندر اندر وہ اس قابل ہو گئے کہ یونان کو پہلی شکست دے سکیں۔ چنانچہ ’’تاریخ اقوام عالم‘‘ (مؤلفہ مرتضیٰ حسن خان) میں لکھا ہے کہ ’’مصطفیٰ کمال پاشا نے انقرہ میں بیٹھ کر نئی فوج مرتب کی اور 1921ء میں انقرہ سے چند میل کے فاصلہ پر یونانیوں کو پہلی شکست دی‘‘۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 430-431)

گویا اس الہام کے دونوں پہلو، پہلے شکست جو 1912ء میں ہوئی اور پھر فتح جو 1921ء میں ہوئی ہر دو حصص بڑی شان کے ساتھ پورے ہوئے۔ الحمدللہ۔

برطانیہ کے بارہ میں پیشگوئیاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے برطانیہ کے حوالہ سے تین پیشگوئیاں فرمائیں جو علی الترتیب 1910ء، 1913ء اور 1924ء میں پوری ہوئیں۔ الحمدللہ۔ آپؑ فرماتے ہیں:

(1) ’’طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے کہ جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا‘‘۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 376-377)

(2) مَیں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے مَیں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو مَیں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ مَیں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کے شکار ہو جائیں گے۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 377)

پہلی پیشگوئی کی داغ بیل 1899ء میں جلسہ سالانہ کے موقع پر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے آغاز سے ہوئی۔ 1907ء میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیّال کو لندن میں مشن قائم کرنے کی غرض سے بھجوانے کا فیصلہ ہوا اور 1913ء میں خدا کے فضل سے پہلا مشن برطانیہ میں قائم ہوا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے انگریزی ترجمہ قرآن سے اس مشن کے اغراض پورے کئے جانے لگے اور مغرب کی طرف سے طلوع شمس معنوی اعتبار سے پورا ہوا۔

دوسری پیشگوئی 1924ء میں پوری ہوئی جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن تشریف لائے اور آپ کا لیکچر ’احمدیت یعنی حقیقی اسلام‘ اس محفل میں پڑھا گیا۔ ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھی۔ اس پر بیرونی اخبارات نے جو تبصرے کئے ان میں سے چند ایک مختصراً پیش ہیں۔

……ڈاکٹر والرواش جوفری چرچ کے سربراہ تھے اور خود فصیح البیان مقرر تھے انہوں نے یہ تاثر پیش کیا:

’’مَیں نہایت خوش قسمت ہوں کہ مجھے یہ لیکچر سننے کا موقعہ ملا۔ قانون کے ایک پروفیسر نے بیان کیا کہ جب وہ مضمون سن رہا تھا تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ دن گویا ایک نئے دور کا آغاز کرنے والا ہے۔ اور پھر کہا اگر آپ لوگ کسی اور طریق سے ہزاروں ہزار روپیہ بھی خرچ کرتے تو اتنی زبردست کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے‘‘۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 453)

……مانچسٹر گارڈین نے 24 ستمبر 1924ء کی اشاعت میں لکھا:

’’اس کانفرنس میں ایک ہلچل ڈالنے والا واقعہ جو اس وقت ظاہر ہوا وہ آج سہ پہر کو اسلام کے ایک نئے فرقہ کا ذکر تھا۔ نئے فرقہ کا لفظ ہم نے آسانی کے لئے اختیار کیا ہے ورنہ یہ لوگ اس کو درست نہیں سمجھتے۔ اس فرقہ کے بانی کے قول کے بموجب آج سے چونتیس سال پہلے اس مسیح نے ڈالی جس کی پیشگوئی بائبل اور دوسری کتابوں میں ہے۔ اس سلسلہ کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے صریح الہام کے ماتحت اس سلسلہ کی بنیاد اس لئے رکھی ہے کہ وہ نوع انسان کو اسلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ تک پہنچائے۔ ایک ہندوستان کے باشندے نے جو سفید دستار باندھے ہوئے ہے اور جس کا چہرہ نورانی اور خوشکن ہے اور سیاہ داڑھی رکھتا ہے اور جس کا لقب ہز ہولی نس خلیفۃ المسیح الحاج میرزا بشیر الدین محمود احمد یا مختصراً ’خلیفۃ المسیح‘ ہے نے مندرجہ بالا تحدی اپنے مضمون میں پیش کی جس کا عنوان ہے ’’اسلام میں احمدیہ تحریک‘‘……آپ نے اپنے مضمون کو جس میں زیادہ تر اسلام کی حمایت اور تائید تھی ایک پُر جوش اپیل کے ساتھ ختم کیا۔ جس میں انہوں نے حاضرین کو اس نئے مسیح اور اس نئی تعلیم کے قبول کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس پرچہ کے بعد جس قدر تحسین و خوشنودی کا چیئرز کے ذریعہ اظہار کیا گیا اس سے پہلے کسی پرچہ پہ ایسا نہیں کیا گیا تھا۔ (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 454)

(3) ’’سلطنت برطانیہ تا ہشت سال۔ بعد ازاں ضعف و فساد و اختلال‘‘۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام 1892ء میں ہوا جبکہ سلطنت برطانیہ اپنی ترقی کے جوبن پر تھی اور متعدد ممالک میں Colonies بن چکی تھیں۔ اس استعماری عروج کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو خبر دی کہ سلطنت برطانیہ کا عروج مزید آٹھ سال رہے گا۔ اس کے بعد انحطاط، فساد اور پراگندگی پھیلے گی۔ اُس زمانے میں یہ کہا جاتا تھا کہ برطانیہ پر سورج کبھی غروب نہیں ہوگا۔ دنیا کی ایک تہائی آبادی اس کے زیر اثر تھی۔ اور تین سو سال سے زائد عرصہ میں اس عروج کو پہنچی تھی۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے زوال کی خبر دی اور ٹھیک نویں سال میں جنوری 1902ء کو ملکہ وکٹوریہ کا وصال ہوا اور یہی سال برطانیہ کے زوال کا سال شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ برٹش ایمپائر کے ویب سائٹ پر اس عنوان کے تحت ایک باب باندھا گیا ’’استعماریت کی موت اور قومیت کی پیدائش‘‘۔ اس میں یہ لکھا گیا:

"The Edwardian era (1901-1910) was one of the intense concern over the decline of British Vanal and Commercial dominance".

’’یعنی ایڈورڈ کا دور (1901-10ء) وہ عرصہ ہے جس میں برطانیہ کی نیوی اور تجارتی برتری کو دھچکا لگا اور زوال شروع ہو گیا‘‘۔

آگے چل کر لکھا کہ جرمن، روسی، فرانسیسی اور جاپانی نیوی کی قوتوں نے برطانیہ کی برتری پر قابو پا لیا۔ ادھر امریکہ نے پانامہ کینال کا معاہدہ کر کے برطانیہ کی پانی کی قوت کو پسپا کر دیا۔ تمام استعماری آبادکاریاں جو 20 کے قریب تھیں ایک ایک کر کے خود مختار ہوتی گئیں اور صدی کی آخری چوتھائی میں برطانیہ اپنی حدود میں آ گیا اور ساری کالونیاں آزاد ممالک بن گئیں۔

✿......جرمنی کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا رؤیا اور اس کا شاندار ظہور

دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر جب جرمنی مشرقی اور مغربی حصہ میں تقسیم ہو چکا تھا حضرت مرزا ناصر احمدؒ نے آکسفورڈ میں ایک رؤیا دیکھی کہ جیسے جرمنی کا نقشہ ہے لیکن متحدہ جرمنی ہے اور اس کے درمیان کلمہ طیبہ کندہ ہے۔ آپ کی یہ خواب 45 سال بعد 1989ء میں پوری ہوئی اور جب دنیا 10 نومبر بروز جمعہ صبح اٹھی تو دیکھا کہ دیوار برلن گر چکی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا رؤیا "Friday the 10th" اس رنگ میں پورا ہوا کہ جرمنی پھر ایک بڑے ملک کی طرح دنیا کے نقشے پر ظاہر ہوا۔ اتحاد جرمنی، اتحاد اقوام یورپ کی پہلی منزل تھی۔ اس کے بعد لحظہ بہ لحظہ یہ اتحاد اقوام کا عمل جاری رہا اور 1993ء میں یورپین پارلیمنٹ قائم ہوئی جس میں یورپ کے 27 ممالک شامل ہیں۔ چونکہ یہ اتحاد یورپ بغیر توپ و تفنگ کے ہوا ہے اس لئے اس کی اساس انسانی بہبود اور آپس میں رواداری کا تقاضا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ جاری کئے ’’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘‘۔ دنیا کا کوئی مدبر، مفکر اور دانشمند ایسا نہیں جس نے اس کو دہراتے وقت یہ نہ کہا ہو کہ یہ ضرورت زمانہ ہے۔ اور ایک نادر نعرہ ہے جو ساری انسانیت میں بھائی چارہ کی اساس کے لئے ایک پُرتاثیر کلمہ ہے۔

اب آیئے یہ دیکھیں کہ 2003ء سے آج تک یورپ میں مقیم حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کس طرح امن عالم اور قیام اتحاد اقوام کا پرچار فرما رہے ہیں۔

22/اکتوبر 2008ء کو حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ نے برطانیہ کی پارلیمنٹ سے خطاب کیا۔ اس صد سالہ خلافت جوبلی کے سال میں آپ نے عالمی مسائل جو انسانیت کو موجودہ دور میں درپیش ہیں اور ان سے کس طرح نجات مل سکتی ہے اور کیسے اسلام کی حسین اور پُرامن تعلیم امن عالم کی ضامن ہے کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رہنمائی فرمائی۔

2012ء میں حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے کوبلنز جرمنی میں ان کے ملٹری ہیڈکوارٹرز میں اسلامی تعلیمات، حب الوطنی اور وفاداری کے عنوان پر خطاب کیا۔ اور اس پہلو سے غلط العام نظریہ کہ ’’اسلام تشدّد کی تعلیم دیتا ہے‘‘ کا ردّ فرمایا۔ آپ نے ملک سے وفاداری اور ’’حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَان‘‘ نہایت پراثر کی تفسیر بیان فرمائی۔

مارچ 2012ء میں آپ نے جماعت احمدیہ برطانیہ کی نویں امن کانفرنس میں خطاب فرمایا جو مسجد بیت الفتوح میں منعقد کی جاتی ہے۔ اس خطاب میں آپ نے جوہری توانائی سے لیس عالمی جنگ عظیم کے امکانات کا تجزیہ فرمایا اور سارے ممالک کو خبردار کیا کہ اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ کی اور بین الاقوامی مسائل میں افہام و تفہیم کا رویہ اختیار نہ کیا تو ہولناک نتائج سامنے آئیں گے۔

اس شہزادۂ امن نے جون 2012ء میں امریکہ کی کانگریس سے خطاب فرمایا اور راہِ امن کے عنوان سے ایک مبسوط خطاب فرمایا جس میں خدائی تائید و نصرت کا نشان ’نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ‘ کا عظیم الشان مظاہرہ دنیا نے مشاہدہ کیا۔

ابھی سال 2012ء ختم نہیں ہوا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برسلز تشریف لے گئے جہاں آپ نے شہرہ آفاق ایڈریس یورپین پارلیمنٹ میں پیش کیا۔

آپ نے فرمایا: ’’یورپین یونین کا قیام یورپین ممالک کی ایک بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ یہ تمام براعظم کو متحد کرنے کا ذریعہ ہے اور آپ سب کو اس اتحاد کو برقرار رکھنے کے لئے ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے ......۔ یاد رکھیں کہ یورپ کی طاقت کا راز اس کے اس طرح باہم ایک ہونے اور متحد رہنے میں ہے۔ ایسا اتحاد نہ صرف آپ کو یہاں یورپ میں فائدہ دے گا بلکہ عالمی سطح پر بھی اس براعظم کو اپنی مضبوطی اور اثر رسوخ قائم رکھنے میں مد ہوگا۔.........

درحقیقت دیکھا جائے تو ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ تمام دنیا باہم ایک ہوجائے۔ کرنسی کے معاملہ پر ساری دنیا کو متحد ہونا چاہئے۔ فری بزنس اور ٹریڈ میں بھی تمام دنیا کو متحد ہونا چاہئے اور Freedom of Movement اور امیگریشن کے متعلق ٹھوس اور قابل عمل پالیسیاں بنانی چاہئیں تا کہ دنیا باہم متحد ہوجائے۔......مزید یہ کہ اگر صرف وہ ممالک جو اقوام متحدہ میں ویٹو پاور رکھتے ہیں اس بات کو سمجھ جائیں کہ ان سے بھی ان کے اعمال کی جواب طلبی کی جائے گی تو حقیقی طور پر انصاف قائم ہو سکتا ہے۔ درحقیقت مَیں اس سے ایک قدم اَور آگے جاؤں گا کہ ویٹو پاور کا اختیار کسی بھی صورت امن قائم نہیں کرسکتا کیونکہ اس کے مطابق واضح طور پر تمام ممالک برابر اور ایک سطح پر نہیں ہیں‘‘۔

الغرض حضور ایدہ اللہ نے یورپین پارلیمنٹ کو امن عالم کے لئے ایک اہم اقدام تصور کیا اور جیسا کہ اس پارلیمنٹ کے تمام 27 ممالک کو برابر کا حق حاصل ہے اور کسی کو ویٹو پاور نہیں ہے۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ جن بنیادوں پر اس کا قیام عمل میں آیا ہے ریاست ہائے متحدہ یورپ ایک خواب نہیں بلکہ مستقبل قریب میں ایک حقیقت کی طرح ابھرے گا۔ انشاء اللہ۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے اس مایۂ ناز خطاب کا کیا اثر ہوا اور جو مختلف ممالک کے مندوبین شاملِ کانفرنس تھے ان کے کیا تأثرات تھے، ذیل میں چند ایک تاثرات درج ذیل ہیں جو زبان حال سے یہ گواہی پیش کررہے ہیں کہ۔ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

✿......Bishop Dr. Amen Howard نے جو سوئٹزرلینڈ سے تعلق رکھتے ہیں نہ صرف حضور ایدہ اللہ کی مقناطیسی قوت قدسیہ کا واشگاف الفاظ میں ذکر کیا بلکہ وہ الفاظ استعمال کئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک روشن دلیل ہے۔ Dr. Amen فرماتے ہیں:

✿......’’یہ شخص جادوگر نہیں لیکن اس کے الفاظ جادو کا اثر رکھتے ہیں۔ لہجہ دھیما ہے لیکن اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ غیرمعمولی طاقت وشوکت اور اثر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس طرح کا جرأتمند انسان مَیں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کی طرح کے صرف تین انسان اگر اس دنیا کو مل جائیں تو امن عامہ کے حوالے سے اس دنیا میں حیرت انگیز انقلاب مہینوں نہیں بلکہ دنوں کے اندر برپا ہوسکتا ہے۔ اور یہ دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ **مَیں اسلام کے بارہ میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا اب حضور کے خطاب نے اسلام کے بارہ میں میرے نقطۂ نظر کو کلیۃً تبدیل کر دیا ہے**‘‘۔

یہ الفاظ احرار یورپ کے مزاج کی تبدیلی کی تصویر ہے۔

✿......دنیا کی مشہور خبررساں ایجنسی CNN نے اپنی ویب سائٹ پر یہ درج کیا۔

(ترجمہ): ’’دینی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ تمام دنیا باہم ایک ہوجائے۔ کرنسی کے معاملہ میں ساری دنیا کو متحد ہونا چاہئے اور Freedom of Movement اور امیگریشن کے متعلق ٹھوس اور قابل عمل پالیسیاں بنانی چاہئیں تا کہ دنیا باہم متحد ہو‘‘۔

ان فقرات کی سرخیاں یہ تھیں: "Quote of the Day" یہی فقرہ اسلام کی تعلیم کا لب لباب ہے جو حضور ایدہ اللہ نے بیان فرمایا۔

✿......اسپین کے ایک عالم اور متعدد کتب کے مصنف نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا:

’’خدا آپ پر بہت مہربان ہے اور مَیں بھی خدا کے نام پر آپ کے لئے بھلائی چاہتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ آپ کو خدا دولت اور امن عطا کرے۔ مَیں مذہبی شخص ہوں اور بعض روحانی تجربات رکھتا ہوں۔ ایک عرصہ سے مَیں نے ایسا مذہبی ماحول نہیں دیکھا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ روحانی شخص وہ ہوتا ہے جو سیدھی راہ پر ہو، وہ خدا کے ساتھ ہو اور خدا اس کے ساتھ ہو‘‘۔

(ملاحظہ کیجئے ’’اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر‘‘ کے اَور کیا معنی ہیں۔ یعنی وہ خدا کے ساتھ ہو اور خدا اس کے ساتھ ہو)

✿......محترمہ Racio Lopez جو کہ Toledo کی کانگریس وومین ہیں نے اپنے تأثرات یوں تحریر فرمائے:

’’اس تقریب نے دوستی اور بھائی چارہ کے اثرات چھوڑے ہیں۔ برسلز کے اس پروگرام نے ایک متحرک جماعت کا علم دیا جو مسلسل تعمیری کاموں میں مصروف ہے (Constant Renovation)۔ عزت مآب مرزا مسرور احمد کی قیادت میں ’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘ جیسے ماٹو کے تحت مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے احمدی باہم مل جل گئے ہیں۔ دنیا جو اپنے نشے میں دھت چلی آرہی ہے اور جہاں امن اور محبت کا پیغام انتہائی اہم ہے۔ ایسی دنیا میں آپ لوگوں کے بارہ میں جاننا ہی ایک اعزاز کی بات ہے۔ اس بات سے کیا چیز خوبصورت ہوسکتی ہے کہ آپ کے امام سے کچھ تبادلۂ خیال ہوجائے۔ یا ان کی تشدد کے خلاف تقریر کو غور سے سنا جائے۔ مَیں آپ کے تصورات کی کامل تائید کرتی ہوں اور مَیں اس مرد خدا کی طرف سے عالمی انسانی حقوق کی بحالی اور دنیا میں امن کے قیام کی تمام باتوں سے اتفاق کرتی ہوں۔ مَیں ہمیشہ مذہب کی بنیاد پر مظالم کی مذمت کرتی رہوں گی۔ خدا ہمیشہ آپ پر مہربان رہے‘‘۔

✿......دو درجن سے زائد تأثرات الفضل میں شائع ہو چکے ہیں اور قارئین 27/دسمبر 2012ء کی اشاعت میں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ صرف یہ چند پیش کئے گئے ہیں جن سے اظہر من الشّمس ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا تھا وہ من وعن نہ صرف پورا ہوا بلکہ یورپ کے 733 ملین باشندگان کے لئے ان کی پارلیمنٹ سے نشر ہوا۔ الحمدللہ علی ذلک۔

یہ تمام امور جن کا اس مضمون میں ذکر کیا گیا ہے ان سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ الٰہی بشارت کہ دنیا متحد ہوجائے اور ان خطوط پہ یہ اتحاد عمل میں آئے جو کہ اسلام نے تجویز کئے اور حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے خلفاء نے پیش فرمائے۔ اور مختلف ادوار میں ہم نے اس مقصد کو قریب تر آتے دیکھا جو حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد تھا۔ ریاست ہائے متحدہ یورپ کا قیام لحظہ بہ لحظہ معرض وجود میں آنے کو ہے۔ آج 30 تو کل تمام 50 ممالک اس میں شامل ہو کر ایک متحدہ یورپ دنیا کے نقشے پر ابھرتے دیکھیں گے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ دیوار کی تحریر پڑھ سکیں اور جائزہ لیں کہ الٰہی اشارے کس طرف ہیں۔ حضور علیہ السلام اور آپ کے تمام خلفاء اس اتحاد عالم کے داعی ہیں اور تمام دنیا اسی صورت میں امن کا گہوارہ بن سکتی ہے جب وہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے روشناس ہو اور اس کی تعلیمات کو حرز جان بنائے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

✿✿✿✿✿✿

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Applications (ILR)
- Post Study Work Visa
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High Court of Appeals

- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals

قانونی مشاورت برائے اسائلم

HEAD OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)
Tel: 02086 720 666 02086 721 738
24 Hours Emergency No: 07878 33 5000 / 0777 4222 062
Same Day Visa Service
Email: law786@live.com
RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)
SOW THE SEEDS OF LOVE

STUDY IN GERMANY
Quick Package: With or without German Language, courses for Intermediate students (Pre-Eng, Pre-Medical, General Science, etc)
Bachelor & Master (B.Sc./B.C.S/B.Eng./B.Com, BBA, etc)
Best offer for Pharmacy & Medical field students
Consultancy/Admission/Embassy documentation/Interview Preparation
Please contact your ErfolgTeam Consultants in Germany
Office Tel: +49 6150 8309820, Mob: +49 176 56433243, +49 1577 5635313
www.erfolgteam.com ,Email: info@erfolgteam.com Skype Id: erfolgteam

آسٹریلیا کے مختلف شہروں سڈنی، میلبورن، ایڈیلینڈ اور برسبن میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم اور قرآنی تعلیمات پر مشتمل بینرز و پوسٹرز کی خوبصورت نمائشیں اور پیس (Peace) سمپوزیم کے کامیاب انعقاد غیر مسلم مہمانوں کی طرف سے ان مساعی پر خراج تحسین اور ان کے تاثرات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو قرآن کریم کی نمائشیں لگانے اور قرآن مجید کی حقیقی اور سچی تعلیمات لوگوں تک پہنچانے اور اس ذریعہ اسلام کے بارہ میں غلط فہمیاں دور کرنے کی تحریک فرمائی تھی۔

اسی سلسلہ میں آسٹریلیا کے چار بڑے شہروں سڈنی، میلبورن، ایڈیلیڈ اور برسبن میں جماعت احمدیہ آسٹریلیا کو قرآن کریم کی نمائش لگانے اور پیس سمپوزیم (Peace Symposium) منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام شہروں میں یہ کامیاب پروگرام ہوئے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق سینکڑوں لوگوں تک قرآن کریم کی سچی، حقیقی اور امن و رواداری پر مشتمل تعلیمات پیش کرنے کا سبب ہوئے۔ اور اکثر غیر مسلم مہمانوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا کہ ان کے ذہن میں اسلام اور قرآن کریم کے بارہ میں کئی سوال اور کئی باتیں تھیں اور ایک منفی سوچ بھی تھی جو ان نمائشوں میں مہیا کردہ معلومات اور قرآن کریم کی حقیقی تعلیمات کو خود دیکھ کر بدل گئیں اور بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔

✿...... جماعت احمدیہ میلبورن نے 2011ء کے اواخر میں قرآن کریم کی دو نمائشیں لگائیں جبکہ 2012ء میں تین نمائشیں اور ایک سمپوزیم منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ جن میں سے ایک نمائش اور سمپوزیم لجنہ اماء اللہ میلبورن نے منعقد کئے۔

پہلی نمائش 26/نومبر 2011ء کو میلبورن شہر کے ایک تاریخی ٹاؤن ہال (St. Kilda Town Hall) میں منعقد ہوئی۔ جہاں پوری وکٹوریہ سٹیٹ سے مختلف مذاہب اور دیگر مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ، میڈیا اور یونیورسٹی سٹوڈنٹس سالانہ ملٹی کلچرل فیسٹیول میں شمولیت کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ اس نمائش میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نظارہ یوں دیکھنے کو ملا کہ جماعت احمدیہ میلبورن اس سے قبل مختلف ٹی وی چینلز پر اپنی نمائش کے سلسلہ میں news کے لئے کوشش کر چکی تھی لیکن کسی نے بھی نمائش کو نشر کرنے کی حامی نہ بھری لیکن اس میلہ کی وجہ سے ایک ٹی وی چینل کے نمائندہ نے نمائش دیکھی تو خود ہی انٹرویو لینے کی درخواست کی جس کے لئے دو افراد جماعت نے انٹرویو دیا جو کہ دسمبر کے اواخر میں ٹی وی پر ٹیلی کاسٹ ہوا۔ اس ٹی وی انٹرویو کے ذریعہ جماعت احمدیہ کا تعارف، قرآن کریم کا تعارف اور حضور انور ایدہ اللہ کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق قرآن کریم کی نمائش کا مقصد بتایا گیا۔ اس نمائش کو تقریباً دو صد کے قریب مسلمان اور غیر مسلم افراد نے دیکھا۔

✿...... اس نمائش کے ایک ہفتہ بعد ایک اور نمائش یونیورسٹی کیمپس میں منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اس نمائش کو قریباً 180 غیر از جماعت اور غیر مسلم مہمانوں نے ملاحظہ کیا۔ نمائش سے قبل میڈیا سے بھی رابطہ کیا گیا جس کے نتیجہ میں آٹھ اخبارات میں نمائش سے قبل اور بعد میں بھی خبر اور تبصرے شائع ہوئے اور جماعت کی اس کوشش کو سراہا گیا۔ اسی طرح تین ریڈیو انٹرویوز بھی ہوئے۔ یہ دونوں نمائشیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوئیں۔

✿...... اسی طرح جماعت وکٹوریہ نے 26 جنوری اور 28 جنوری کو بھی قرآن کریم کی دو نمائشوں کا انتظام کیا۔ لوکل کونسل کے ممبران اور چار صد کے قریب غیر از جماعت اور غیر مسلم مہمانوں نے ان نمائشوں کو دیکھا۔

✿...... یکم ستمبر 2012ء کو لجنہ اماء اللہ میلبورن کو بھی پیس سمپوزیم اور قرآن کریم کی نمائش لگانے کی سعادت ملی۔ اس پیس سمپوزیم میں لوکل کونسلرز، ممبرز آف پارلیمنٹ اور پولیس کی ایک نمائندہ (جو ایک مسلم خاتون ہے) سمیت 85 غیر از جماعت مہمان خواتین شامل ہوئیں۔ اسی طرح عیسائیت، بہائیت، ہندوازم اور اسلام وغیرہ مختلف مذاہب کے نمائندے شامل ہوئے اور احمدی مستورات کی ان کوششوں کو سراہا۔

✿...... جماعت احمدیہ ساؤتھ آسٹریلیا کی جماعت ایڈیلیڈ میں قرآن کریم کی پہلی نمائش 20/اکتوبر کو ٹاؤن ہال میں منعقد ہوئی۔ اس نمائش میں 35 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم رکھے گئے تھے۔ مختلف موضوعات پر مشتمل قرآن کریم کی تعلیمات کے 33 بینرز تیار کئے گئے تھے۔ اس نمائش کے لئے حکومتی اور دیگر سرکاری و غیر سرکاری تنظیموں کو دعوت نامے دیئے گئے۔ دو ہزار کے قریب فلائرز تقسیم کئے گئے۔ یہ نمائش بھی بہت کامیاب رہی اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے قریباً 200 افراد نے اس نمائش سے استفادہ کیا۔ اس نمائش کو ABC ریڈیو نے بھی کور کیا۔

Mr.David Pisoni State MP نے اپنی تقریر میں اس نمائش کا ذکر کیا کہ اس کمیونٹی نے امن کے فروغ کے لئے ایک خوبصورت کوشش کی ہے۔ اسی طرح مختلف ممبران پارلیمنٹ نے اس کوشش کو سراہا۔

✿...... جماعت احمدیہ کوئینز لینڈ (برزبن) کے تحت قرآن کریم کی نمائش 9/ستمبر 2012ء کو منعقد ہوئی۔ اس نمائش میں 34 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور 36 کیلی گرافی کے نمونے رکھے گئے اور 27 بینرز اور پوسٹرز لگائے گئے۔ مختلف مذہبی تنظیموں، سکولوں اور یونیورسٹیز کے علاوہ سرکاری و سماجی شخصیات اور اخبارات کے نمائندوں کو دعوت دی گئی۔ نمائش کے سلسلہ میں ABC ریڈیو سے انٹرویو بھی نشر ہوا۔ پمفلٹس بھی تقسیم ہوئے۔ 35 غیر از جماعت مہمانوں کے علاوہ کثیر تعداد میں یونیورسٹی کے طلباء بھی شامل ہوئے۔

✿...... سڈنی میں جماعت احمدیہ کی قرآن کریم کی نمائش 11/نومبر 2012 کو پیس سمپوزیم کے ساتھ منعقد ہوئی۔ پیس سمپوزیم کا مقصد اسلام کے امن اور رواداری کے پیغام کا فروغ تھا۔ اس پروگرام میں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد نے خطاب کیا جس کے لئے عنوان ''موجودہ معاشرہ میں مذہب کا مقام'' "Peace of Religion in Modern Society" رکھا گیا۔

اس پروگرام کی پہلی تقریر سکھ کونسل آف آسٹریلیا کے باوا سنگھ جگد یو نے کی کہ کس طرح سکھ کمیونٹی امن اور رواداری کی کوشش کر رہی ہے۔ دوسری تقریر ایک عیسائی پادری کی تھی کہ کیا یسوع مسیح واقعی چاہتے تھے کہ ہم اپنے دشمنوں سے محبت کریں۔ اس کے بعد نیشنل سیکرٹری تبلیغ ڈاکٹر عمر شہاب صاحب نے اسلام کی نمائندگی میں امن اور رواداری کے بارہ میں قرآنی تعلیمات پیش کیں اور بتایا کہ قرآن کریم اور اسلام نے تمام انبیاء اور الہامی کتب پر ایمان انا ہر مسلمان کے لئے فرض قرار دیا ہے اور ہر انسان کی جان، مال اور عزت کی حفاظت اور آزادیٔ ضمیر کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی طرح آپ نے قومی اور بین الاقوامی امن کے سلسلہ میں قرآنی تعلیمات کا بھی ذکر کیا۔

اس کے بعد ایک بدھسٹ اور ایک ہندو پروفیسر نے موضوع پر خطاب کیا۔

آخری پریزینٹیشن صدر اجلاس مکرم رمضان شریف صاحب نیشنل سیکرٹری امور خارجہ کی تھی جس میں انہوں نے قرآن کریم کی خوبصورت تعلیمات اور اس میں موجود پیشگوئیوں کو موضوع بنایا۔

اس سمپوزیم میں مذہبی سکالرز کے علاوہ مختلف سرکاری اداروں سے تعلق رکھنے والے مہمان، پارلیمنٹ کے ممبرز، لوکل کونسلرز اور پولیس کے نمائندے شامل تھے۔

اخبارات نے اس پروگرام (پیس سمپوزیم اور نمائش) کے حوالہ سے جماعت احمدیہ کی مساعی کو سراہا۔ اور اکثر زائرین جن میں طلباء اور یونیورسٹی کے پروفیسرز شامل تھے نے کہا کہ ہمیں اسلام کی اصل تعلیم کا اب پتہ چلا ہے۔ اس نمائش میں 57 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور 35 کے قریب قرآنی تعلیمات پر مشتمل پوسٹرز اور بینرز آویزاں کئے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آسٹریلیا بھر میں یہ پروگرام بہت ہی کامیاب رہے۔ اکثر زائرین نے کہا کہ ہمارے بہت سے شکوک و شبہات ان نمائشوں سے زائل ہوئے ہیں اور یہ کہ ہمیں اس اسلام پر کوئی اعتراض نہیں جو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے کیونکہ یہ تو امن و محبت اور رواداری کا اسلام ہے۔ مہمانوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ اس قسم کے پروگرام مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتے اور آپس میں محبت امن اور بہتر انڈرسٹینڈنگ پیدا کرتے ہیں۔ سیاست دانوں اور حکومتی عہدہ داروں نے بھی ان نمائشوں پر تحسین کا اظہار کیا۔ NSW پارلمینٹ میں آنریل Amanda Fazio نے یہ Motion پیش کی کہ احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن آسٹریلیا نے 11 نومبر 2012ء کو مسجد بیت الہدیٰ میں Peace Symposium کا اہتمام کیا جس کا مقصد امن، آزادی، مساوات وفاداری اور باہمی تکریم کو فروغ دینا تھا اس کے ساتھ قرآن کریم کی ایک نمائش بھی لگائی گئی اور کئی مذہبی نمائشوں سے موجودہ معاشرہ میں مذہب کے کردار وغیرہ موضوعات پر اظہار خیال کیا۔ NSW پارلیمنٹ احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن آسٹریلیا اور ان کے امیر اور مشنری انچارج (مکرم) محمود احمد (صاحب) کو مبارکباد دیتی ہے جو کام وہ اور ان کی جماعت محبت اور امن کے فروغ ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' کے موٹو کے تحت کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پروگراموں کو بابرکت بنائے اور ان کے نہایت شیریں ثمرات عطا فرمائے۔ آمین

✿✿✿✿✿✿

بقیہ: حاصل مطالعہ از صفحہ نمبر 17

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ختم نبوت زمانی کا اقرار

علامہ خالد محمود صاحب نے احمدیہ مسلم جماعت پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ ختم نبوت زمانی کو ختم نبوت مرتبی کے متقابل سمجھتے ہوئے اس کی منکر ہے۔ لیکن جس طرح ان کی مولانا قاسم نانوتوی صاحب کے ختم نبوت زمانی کے عقیدہ کی وضاحت غلط تھی اسی طرح احمدیہ مسلم جماعت پر ان کا یہ الزام بھی غلط ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم نبوت زمانی کا اقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ سارا زمانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے جس کے شروع میں آپؐ تشریف لائے اور اس کے آخر میں آپؐ کا ایک نائب یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپؐ آخری زمانہ میں تشریف لائے اور آپؐ کے بعد کسی اور کا زمانہ نہیں ہے آپ فرماتے ہیں:

''چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لیے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپؐ کے زمانے کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گزرتا تھا کہ آپؐ کا زمانہ وہیں تک ختم ہوگیا۔ کیونکہ جو آخری کام تھا آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لیے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہوجائیں۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ پر ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس کی تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔''

(چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 90,91)

✿✿✿✿✿✿

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد مُلّاؤں اور ان کے سرپرستوں اور ہمنواؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعائیں بکثرت پڑھیں

✿...... رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔

اے اللہ ہر چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے ربّ پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

✿...... اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

اے اللہ! ہم تجھے سپر بنا کر دشمن کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں اور ہم ان کے تمام شر اور مضر اثرات سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

✿...... اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

روحانی نوآبادیاں قائم کریں

حضرت مصلح موعودؓ کی ایک رؤیا اور موجودہ حالات میں راہِ مولیٰ میں ہجرت کرنے والے مومنین کا نہایت اہم فریضہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سورۃ العنکبوت کی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس آیت میں یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنَ ۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ۔ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ (العنکبوت:57-58) بتایا کہ کفّار پر **عذاب تو ضرور آئے گا لیکن اس وقت انہیں اپنی طاقت** اور جتھے پر غرور ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کو اپنے زور بازو سے کُچل سکتے ہیں۔ سو ہم مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ **اگر تمہارا ملک تمہیں امن دینے کے لئے تیار نہیں تو غیر ممالک میں نکل جاؤ اور گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ پھر کر خدائے واحد کی عبادت قائم کرو اور اگر دیکھو کہ کسی جگہ تمہاری تبلیغ میں روڑے اٹکائے جا رہے ہیں تو گھبراؤ نہیں۔ زمین کو خدا تعالیٰ نے بڑا وسیع بنایا ہے۔ تم اس علاقہ کے ساتھ ملتے ہوئے دوسرے علاقوں میں تبلیغ شروع کردو اور اس بات سے مت ڈرو کہ اگر ہم نے تبلیغ کی تو دنیا ہماری دشمن ہو جائے گی۔** اور ہمیں جانی اور مالی مشکلات میں مبتلا کر دے گی۔ تمہاری جانیں آخر کب تک سلامت رہیں گی۔ ہر انسان نے ایک دن مر کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ پس اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے مرگئے تو کیا فائدہ؟ جاؤ اور دنیا کے کناروں میں **پھیل جاؤ اور اسلام اور قرآن کی تبلیغ کرو۔** اس جہاد کے دوران میں اگر تمہیں موت بھی آگئی تو وہ بڑی مبارک موت ہوگی۔ تم شہادت کا مرتبہ حاصل کرو گے اور خدا تعالیٰ کی جنتوں کے وارث ہوگے۔

آج تک دنیا میں جتنی بھی فاتح قومیں گزری ہیں انہوں نے پہلے اپنے وطنوں کو چھوڑا اور اس کے بعد انہیں فتوحات نصیب ہوئیں۔ عربوں نے اپنے وطن کو چھوڑا۔ تُرکوں نے چھوڑا۔ اور وہ دُور دُور ملکوں میں پھیل گئے۔ اگر وہ اپنے وطنوں کو نہ چھوڑتے تو انہیں فتوحات بھی نصیب نہ ہوتیں۔ اور وہ نئے نئے ملکوں کے وارث نہ بنتے۔ پس اگر مومنوں کو بھی خدا کے دین کی اشاعت کے لئے اپنے وطن چھوڑنے پڑیں تو اس میں کوئی بُری بات نہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ایک ہجرت قومی ہوتی ہے اور ایک فردی ہوتی ہے۔ بے شک بعض افراد کی ہجرت قوم کے معیار کو بلند کر دیتی ہے لیکن قومی زندگی اسی صورت میں پیدا ہوتی ہے جب قوم کا ہر فرد خدا تعالیٰ کے دین کے لئے اپنے وطن کو چھوڑے اور خدا تعالیٰ کی خاطر غیر ممالک میں نکل جانے کے لئے تیار ہو۔ اسی امر کی طرف زیر تفسیر آیت میں توجہ دلائی گئی ہے۔ اور یہی حقیقت ایک دفعہ مجھے رؤیا میں بھی بتائی گئی۔

مَیں نے دیکھا کہ مَیں اپنے گھر سے نکلا ہوں اور میرا خیال ہے کہ مَیں اپنے لئے کوئی مکان تلاش کروں۔ جب مَیں باہر آیا تو مَیں نے دیکھا کہ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب جمونی کھڑے ہیں اور لوگ ان کے پاس مکانوں کے لئے آتے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے پاس مکان ہیں انہوں نے وہ مکان انتظام کے لئے ان کے سپرد کئے ہوئے ہیں۔ اور وہ آگے دوسروں کو دیتے ہیں۔ مَیں نے بھی اُن سے ذکر کیا کہ مجھے اپنے لئے مکان کی ضرورت ہے۔ **انہوں نے مجھے ایک مکان دکھایا جس کے چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں مگر ان کمروں پر چھت نہیں اور کمروں کی دیواروں پر چھوٹے چھوٹے کپڑے لٹکے ہوئے ہیں۔** مَیں نے ان سے پوچھا کہ یہ کپڑے کیسے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ ان کمروں پر چھت نہیں اس لئے دھوپ کے وقت انہیں اوپر ڈال لیا جاتا ہے۔ **مَیں اس وقت اپنے دل میں خیال کرتا ہوں کہ یہ کمرے بیشک چھوٹے ہیں لیکن ہمارے تو اس سے بھی چھوٹے تھے۔ اس وقت مجھے ربوہ کے وہ کچّے مکان یاد آتے ہیں جن میں ہم پہلے رہائش رکھتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی مَیں کہتا ہوں کہ وہ کمرے روشن زیادہ تھے۔ پھر مَیں کہتا ہوں کہ وہ کمرے اس لئے روشن تھے کہ ان پر گیری کا سرخ رنگ لگا کر انہیں خوب چمکایا گیا تھا اور اندر سفیدی کی گئی تھی۔ جب ان پر بھی رنگ کیا جائے گا اور اندر سفیدی ہو جائے گی تو یہ بھی روشن ہو جائیں گے۔** اس کے بعد مَیں نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ:

''جو قوم ہجرت کے لئے تیار رہتی ہے اور نوآبادی کا شدّت سے اشتیاق رکھتی ہے وہ قوم کبھی تباہ نہیں ہوتی''۔

جب مَیں نے یہ سنا تو مجھے خیال آیا کہ ہجرت کے لئے تیار رہنے کے یہ معنے نہیں کہ وہ ہجرت پر خوش ہوتے ہیں یا ہجرت کی اپنے دلوں میں خواہش رکھتے ہیں۔ چنانچہ خواب میں ہی مجھے صحابہ کا خیال آیا کہ انہیں بھی ہجرت کرنی پڑی تھی مگر حدیثوں میں آتا ہے کہ مدینہ آکر بعض صحابہ مکّہ کی یاد میں رویا کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خوشی سے نہیں بلکہ حالات کی مجبوری کی وجہ سے ہجرت کی تھی۔ پس جب اس نے یہ کہا کہ جو قوم ہجرت کے لئے تیار رہتی ہے اور نوآبادی کا شدّت سے اشتیاق رکھتی ہے وہ کبھی تباہ نہیں ہوتی۔ تو مَیں خواب میں اس کے جواب میں کہتا ہوں۔

''ہجرت تو وہ مجبوری سے کرتے ہیں مگر بعد میں ہجرت پر وہ رضا بالقضاء کا جو نمونہ دکھاتے ہیں وہ بتاتا ہے کہ وہ ہجرت کے لئے تیار تھے۔ پس تیاری کے یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہجرت ہو۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ اگر ہجرت کا وقت آئے تو وہ رضا بالقضاء کا نمونہ دکھاتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو فوراً دوسری جگہ آباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں''۔

شہد کی مکھیوں کو دیکھو وہ شہد بناتی ہیں اور بناتی چلی جاتی ہیں۔ لیکن انسان انہیں کھانے نہیں دیتا۔ وہ ان کے نیچے دھواں رکھ کر گرم پانی پھینک کر یا کوئی اور ذریعہ اختیار کرکے ان کا چھ ماہ کا بنا ہوا شہد اُڑا کر لے جاتا ہے۔ وہ مکھیاں دو منٹ کا بھی انتظار نہیں کرتیں۔ وہ اس جگہ کے چھوڑ دینے کے معًا بعد دوسری جگہ تلاش کر لیتی ہیں اور دوبارہ شہد بنانا شروع کر دیتی ہیں۔ ایک گھنٹہ کے بعد اگر انہیں آکر دیکھو تو وہ قریب ہی کسی دوسری جگہ شہد بنانے میں مشغول ہوں گی۔ بعض دفعہ ان سے سالہا سال تک ایسا کیا جاتا ہے۔ مثلاً پالتو مکھیاں ہوتی ہیں۔ وہ جب بھی شہد بنا لیتی ہیں شہد اڑا لیا جاتا ہے۔ اور انہیں اپنا بنایا ہوا شہد کھانے کا موقعہ نہیں ملتا۔ وہ شہد بناتی ہیں اور لوگ شہد لے جاتے ہیں۔ اگر ایک مکھی شہد بناتی ہے اس لئے کہ لوگ لے جائیں اور اس سے بیماریاں دُور ہوں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (النحل :70)۔ اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے۔ یا پھر ایک مکھی شہد بناتی ہے اور بناتی چلی جاتی ہے اور لوگ اس کے پاس شہد نہیں رہنے دیتے۔ وہ ہمیشہ اڑا لے جاتے ہیں۔ اور وہ مکھی پھر بھی شہد بنانا نہیں چھوڑتی۔ تو کیا انسان ہی ایسا ضعیف ہے کہ وہ اس طرح مایوس ہو جائے۔ جو شخص اپنی کوشش میں ناکام ہو جانے کے بعد ہمّت چھوڑ بیٹھتا ہے وہ آدمی نہیں بلکہ وہ مکھیوں سے بھی بدتر ہے۔

دنیا کی فتح کوئی معمولی چیز نہیں۔ اس کے لئے بڑی بھاری قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا۔ چنانچہ جب آپؐ نے دیکھا کہ مکّہ میں رہنا ناقابل برداشت ہو گیا ہے تو آپؐ نے صحابہؓ کو جمع کیا اور فرمایا تم کسی اور جگہ چلے جاؤ جہاں دین کے بارہ میں ظلم نہ ہو اور تم امن سے خدا تعالیٰ کا نام لے سکو۔ صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہ وہ کونسی جگہ ہے۔ آپؐ نے حبشہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا وہاں عیسائیوں کی حکومت ہے۔ اگر تم وہاں چلے جاؤ تو تم پر دین کے بارہ میں کوئی سختی نہیں ہوگی۔

پس مومن کا فرض ہے کہ جہاں وہ خدا کے لئے اپنے وطنوں کو خیرباد کہنے کے لئے ہمیشہ تیار رہا کریں۔ وہاں باہر جا کر روحانی نوآبادی قائم کرنے کے اشتیاق کا بھی پورا پورا مظاہرہ کریں۔ تاکہ ان کا وجود ایک اُمّت کی طرح ہو اور وہ ایک دو کو نہیں بلکہ اُمّت کی اُمّت کو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل کریں''۔

(تفسیر کبیر۔ جلد ہفتم۔ صفحہ 673 تا 675)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بارہا یورپ، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ ممالک میں ہجرت کرنے والے احمدی احباب کو خصوصیت سے تبلیغ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس اہم فریضہ کو احسن رنگ میں انجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

حاصل مطالعہ

انصر رضا، مبلغ سلسلہ، احمدیہ مسلم جماعت، کینیڈا

غیر احمدی عالم کا اعتراف

احمدیہ مسلم جماعت ختم نبوت کی منکر نہیں ہے

جماعت احمدیہ پر سب سے بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ وہ ختم نبوت کی منکر ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین بمعنی آخری نبی نہیں مانتی۔ عوام الناس کو تو غیر احمدی علماء یہی کہہ کہہ کر جماعت سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن مولانا قاسم نانوتوی صاحب کی کتاب ''تحذیر الناس'' کے مقدمہ میں اسلامک مشن مانچسٹر کے ایک مشہور عالمِ دین، علامہ خالد محمود صاحب نے پینترا بدلا ہے اور احمدیہ مسلم جماعت کو ختم نبوت کے ایک پہلو کے انکار سے بری کرتے ہوئے دوسرے پہلو کے انکار کا الزام لگایا ہے۔ ان کا اقتباس نقل کرنے سے پہلے وضاحت کردوں کہ ختم نبوت کے دو پہلو کون سے ہیں۔ مولانا قاسم نانوتوی صاحب نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں تحریر فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقام ختم نبوت مرتبی ہے یعنی آپؐ مرتبے میں سب سے آخری مقام پر فائز ہیں۔ آپؐ کے مقام و مرتبہ کے بعد اور کوئی مقام نہیں ہے اور یہی آپؐ کی اصل فضیلت ہے۔ اس طرح انہوں نے ختم نبوت کے دو پہلو بیان فرمائے: مرتبی اور زمانی۔ جہاں تک ختم نبوت زمانی کا تعلق ہے یعنی زمانہ میں سب سے آخر میں آنا اس میں کوئی وجہ فضیلت نہیں ہے۔ عوام الناس کو احمدیہ مسلم جماعت کے خلاف بھڑکاتے ہوئے علماء ان دونوں پہلوؤں اور ان کے درمیان فرق کو بیان نہیں کرتے۔ لیکن اس متذکرہ بالا مقدمہ میں علامہ خالد محمود مانچسٹروی صاحب نے اعتراف کیا کہ احمدیہ مسلم جماعت ختم نبوت مرتبی کی قائل اور ختم نبوت زمانی کی منکر ہے۔

''مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے عنوان سے انکار نہیں کیا نہ کہیں یہ کہا کہ وہ اور اس کی جماعت حضورؐ کو خاتم النبیّین نہیں مانتے۔ اس نے ختم نبوۃ کا یہ معنی بیان کیا کہ حضورؐ نبوت کا مرکز ہیں جن سے آگے نبوت پھیلتی ہے اور جو بھی نبوت پائے گا اس پر آپؐ کی نبوت کی مہر ہوگی۔ مرزا غلام احمد اپنی تشریح میں ختم نبوت مرتبی کا عقیدہ رکھتا تھا اور ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی کے متوازی سمجھتے ہوئے ختم نبوت مرتبی کا اقرار اور ختم نبوت زمانی کا انکار کرتا تھا۔ اس کے ذہن کے مطابق یہ دو متقابل نظریات تھے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد کے پیرو ختم نبوت مرتبی کا اقرار کرتے ہیں اور ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں۔'' (مقدمہ تحذیر الناس از علامہ ڈاکٹر خالد محمود صفحہ 16۔ ناشر ادارہ العزیز گوجرانوالہ۔ سن اشاعت جنوری۔ 2001)

ختم نبوت مرتبی میں ختم نبوت زمانی سے عقیدت زیادہ ہے

اس اعتراف کے ساتھ ساتھ علامہ خالد محمود صاحب نے ایک اور اعتراف کیا ہے اور وہ یہ کہ ختم نبوت مرتبی میں عقیدت زیادہ ہے اور وہ لوگوں کو طبعًا اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یہی بات مولانا قاسم نانوتوی صاحب نے تحریر فرمائی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ختم نبوت مرتبی میں ہی ہے، ختم نبوت زمانی میں نہیں۔ ظاہر ہے کہ جس میں فضیلت ہوگی کشش بھی اسی میں زیادہ ہوگی۔

''مسلم عوام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و شان سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ جب وہ قادیانی مبلغین سے سنتے ہیں کہ ختم نبوت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سارے کمالات ختم مانے جائیں اور یہی حضورؐ کی ختم نبوت ہے تو کئی عوام جوشِ عقیدت میں قادیانیوں کے پنجۂ الحاد میں آجاتے ہیں۔ ختم نبوت زمانی کتنا پختہ عقیدہ کیوں نہ ہو ختم نبوت مرتبی میں عقیدت بہرحال زیادہ ہے اور وہ ظاہر میں لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے۔'' (ایضًا صفحہ۔ 17)

مولانا قاسم نانوتویؒ صاحب کی ختم نبوت زمانی سے مراد

دیگر غیر احمدی علماء کی طرح علامہ خالد محمود صاحب نے بھی مولانا قاسم نانوتوی صاحب کی اس عبارت کی وضاحتیں پیش کی ہیں کہ اگرچہ وہ ختم نبوت زمانی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ فضیلت قرار نہیں دیتے لیکن پھر بھی وہ اس کے معتقد ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی آمد کے قائل نہیں ہیں۔ اس بات کے تصفیہ کے لئے دیکھتے ہیں کہ مولانا قاسم نانوتوی صاحب ختم نبوت زمانی سے کیا مراد لیتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ختم نبوت زمانی سے مراد یہ ہے کہ دینِ اسلام منسوخ نہ ہو۔

''غرض خاتمیت زمانی سے یہ ہے کہ دینِ محمدیؐ بعد ظہور منسوخ نہ ہو۔ علوم نبوت اپنی انتہاء کو پہنچ جائیں۔ کسی اور نبیؑ کے دین یا علم کی طرف پھر بنی آدم کو احتیاج باقی نہ رہے۔''

(مناظرہ عجیبہ صفحہ 58۔ ناشر مکتبہ قاسم العلوم کراچی)

باقی صفحہ نمبر 16 پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات ورسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

مکرمہ اسلم بی بی صاحبہ اور مکرم ڈاکٹر فیروزالدین صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 23؍جنوری 2010ء میں مکرمہ م۔ شاہین صاحبہ کے قلم سے ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں انہوں نے اپنے خاندان میں احمدیت کے نفوذ کا ذکر کیا ہے۔

مضمون نگار قمطراز ہیں کہ میری دادی مکرمہ اسلم بی بی صاحبہ اور آپ کے بھائی ڈاکٹر فیروزالدین صاحب چھوٹی عمر کے ہی تھے کہ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا جس کے بعد ان کے والد ڈاکٹر قاضی لعل الدین صاحب سول سرجن نے دوسری شادی کرلی۔ اس بیوی سے بھی ان کے 3 بیٹے اور 5 بیٹیاں پیدا ہوئے۔ قریباً 1934ء میں محترم ڈاکٹر صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کی بیعت کرلی اور پھر جلد ہی قادیان میں رہائش اختیار کرلی۔ اس سے قبل ہی میری دادی اسلم بی بی صاحبہ کی شادی مکرم شیخ سردار محمد صاحب سے ہوگئی تھی جو ایک انجینئر تھے اور ہوشیارپور میں رہائش تھی۔ میری دادی خود بھی نماز، روزہ کی بہت پابند، نیک، دیندار خاتون تھیں مگر اُن کو اپنے والد اور چھوٹے بہن بھائیوں کا بیعت کرنا اچھا نہ لگا۔ تاہم فطرتاً نیک تھیں اس لئے دعا کیا کرتی تھیں کہ کوئی مرد کامل ملے تو اس کی بیعت کریں۔ ایک مرتبہ آپ نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ یہ مرد کامل ہیں۔ اس بزرگ کو ڈھونڈنے کے لئے آپ نے بہت جتن کئے۔ کئی جگہ گئیں اور کئی بزرگوں سے ملیں مگر دل کو تسلی نہ ہوتی۔

اُنہی دنوں شیخ سردار محمد صاحب بسلسلہ ملازمت کسی دوسرے شہر تشریف لے گئے تو دادی جان اپنے تینوں بیٹوں کے ہمراہ اپنے والد کے پاس قادیان میں چلی آئیں۔ یہاں آپ کی بہنیں، خاص طور پر خالہ فردوس چغتائی صاحبہ آپ پر جماعتی پروگراموں میں شامل ہونے پر زور دیتیں مگر آپ نہ مانتیں۔ ایک دن خالہ فردوس صاحبہ حضرت مصلح موعودؓ کی ملاقات کو جانے لگیں تو آپ سے فرمایا کہ آپ بھی ساتھ چلیں، بیشک بیعت نہ کریں۔ دراصل انہیں بھی آپ کی بزرگ والی خواب کا پتہ تھا اور یقین تھا کہ وہ بزرگ حضرت مصلح موعودؓ ہی ہوں گے۔ بڑی مشکل سے دادی صاحبہ تیار ہوئیں اور دونوں بہنیں ملاقات کو پہنچیں۔ جب آپ ملاقات کے کمرہ میں پہنچیں تو حضورؓ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ آپ بیعت کرنے آئی ہیں؟ نیز فرمایا کہ آپ کے بھائی ڈاکٹر فیروزالدین صاحب (جو کہ عدن میں مقیم تھے) نے مجھے آپ کی بیعت کرنے کے بارہ میں اتنے زیادہ خطوط لکھے ہیں کہ آج تک مجھے کسی بھائی نے اپنی بہن کے بیعت کرنے کے واسطے دعا کرنے کیلئے اتنے خط نہیں لکھے، جتنے انہوں نے لکھے ہیں۔

دادی جان جب کمرہ میں داخل ہوتے ہی پہچان چکی تھیں کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کو ڈھونڈنے کے لئے وہ دردر کی خاک چھان چکی ہیں۔ چنانچہ آپ نے شرح صدر سے بیعت کی اور خوشی خوشی گھر واپس لوٹ آئیں۔ پھر تو آپ قادیان کی ہی ہو رہیں۔ یہاں مکان لے کر بچوں کو بھی سکول میں داخل کیا اور دادا جان کو بھی آمادہ کرکے ان کی بھی بیعت کروائی۔

مکرمہ اسلم بی بی صاحبہ نے نظام وصیت میں بھی شمولیت کی توفیق پائی اور آپ 1/3 حصہ کی موصیہ تھیں۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں آسودہ خاک ہیں۔

آپ کے بھائی ڈاکٹر قاضی فیروزالدین صاحب نے عدن میں دیگر چار احمدی ڈاکٹروں کے ساتھ مل کر جماعت قائم کی تھی اور ڈاکٹر فیروزالدین صاحب ہی جماعت عدن کے صدر بھی تھے۔ آپ 1946ء میں عدن سے قادیان آئے تو ڈاکٹر محمد احمد صاحب نے عدن سے آپ کو خط اور تار کے ذریعہ عدن میں مشن کھلوانے کی تحریک کی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے جماعت عدن کی نمائندگی میں حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی کہ کوئی موزوں مربی عدن کے لئے تجویز فرمایا جائے، ہم پانچوں ڈاکٹر مشن کا بار اٹھانے میں مدد کریں گے۔ اس پر حضرت مصلح موعود نے جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل نوجوان مولوی غلام احمد صاحب مبشر کو اس خدمت کے لئے نامزد فرمایا۔ 19؍اگست 1946ء کو وہ عدن پہنچے تو بندرگاہ پر ڈاکٹر فیروزالدین صاحب اور ڈاکٹر محمد احمد صاحب نے اُن کا استقبال کیا۔

ان دنوں عدن میں یہود اور عرب کی کشمکش یکایک زور پکڑ گئی جس کا اثر جماعتی سرگرمیوں پر بھی ہوا۔ نیز ڈاکٹر فیروزالدین صاحب عین فسادات کے دوران وفات پاگئے۔ مکرم مولوی غلام احمد صاحب مبشر نے اپنی 27 دسمبر 1947ء کی رپورٹ میں ان کے انتقال کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا: ''احمدیت کی مالی خدمت کا جو جوش اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر رکھا ہوا تھا، اس کی نظیر بھی کم ہی پائی جاتی ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ وہ ہر سال (اپنی آمدکا) ساٹھ فیصد ہی اشاعت کے لئے خرچ کررہے تھے۔ مساکین وغرباء سے ہمدردی اور خدمت خلق کا جذبہ تو کوٹ کوٹ کر ان کے دل میں بھرا ہوا تھا۔ اگر کوئی مسکین بھی ان کے دروازہ پر آجاتا اور سوال کرتا تو آپ ضرور اس کی حاجت پوری کر دیتے۔ بعض اوقات اپنی نئی پہنی ہوئی قمیص وہیں اتار کر دیدیتے اور یہی باتیں بعض اوقات ان کے گھر میں کشمکش کا باعث ہو جاتیں۔ غرضیکہ آپ کی زندگی حقیقت میں یہاں کی جماعت کے لئے ایک عمدہ نمونہ تھی''۔ ڈاکٹر فیروزالدین صاحب کی تدفین ''کریٹر'' نامی شہر کے مرکزی قبرستان میں ہوئی اور ان کی قبر آج تک وہاں موجود ہے۔ مرحوم نہایت مخلص، نہایت پُرجوش اور بہت سی صفات حمیدہ کے مالک تھے۔ دعوت الی اللہ کا جوش اور شغف ان میں بے نظیر تھا۔ اگر کوئی مریض ان کے گھر پر آتا تو وہ ضرور اس تک محبت، اخلاص اور ہمدردی سے احمدیت کا پیغام پہنچاتے۔

حضرت مولانا دوست محمد شاہد صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 29؍جنوری 2010ء میں مکرم مجید احمد سیالکوٹی صاحب کے قلم سے حضرت مولانا دوست محمد شاہد صاحب کا ذکرخیر شائع ہوا ہے۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا صاحب سے پہلا براہ راست واسطہ اس وقت پڑا جب خاکسار کو جامعہ احمدیہ کی 'شاہد' کلاس میں مقالہ لکھنے کی چٹھی ملی اور مولانا صاحب کو اس مقالہ کا نگران اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ خاکسار راہنمائی کے لئے آپ کے دفتر میں حاضر ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے لیکن ان کا یہ جواب کہ میں آپ کے لئے کچھ نہیں کرسکتا جو کچھ کرنا اور لکھنا ہے آپ نے خود کرنا ہے، سن کر میں گھبرا گیا اور منہ لٹک گیا۔ تاہم اس کے بعد آپ نے وقتاً فوقتاً مجھے جو ہدایات دیں اور جس طرح رہنمائی فرمائی اس کے نتیجہ میں مجھے شاندار مقالہ لکھنے کی توفیق ملی۔

1977ء میں خاکسار مغربی افریقہ میں خدمت بجالانے کے بعد واپس مرکز پہنچا تو مولانا صاحب بعض اوقات حوالوں کو ضبط تحریر میں لانے کا کام مجھے دیتے رہے۔ ایک دن جامعہ احمدیہ سے شاہد کلاس کے طلباء کے چند پرچے مارکنگ کے لئے مجھے دیئے۔ اُن کی ہدایات کے مطابق میں نے پرچے چیک کئے تو دو تین طلباء چند نمبروں کی کمی سے کامیاب نہیں ہو پارہے تھے۔ اس نتیجہ کو دیکھ کر مولانا صاحب کو سخت فکر لاحق ہوگئی۔ انہوں نے دوبارہ افسران متعلقہ سے رابطہ کیا اور تازہ ہدایت لی اور مجھے فرمایا کہ وہ پرچے دوبارہ دیکھو اور ممکن ہو تو گنجائش نکالو کیونکہ ان طلباء کا یہ آخری سال کا امتحان ہے، مجھے یقین ہے کہ میدان عمل میں تجربوں سے گزر کر خود بخود ٹھیک ہوجائیں گے۔ چنانچہ دوبارہ مارکنگ کی گئی تو وہ دو تین طلباء بھی کامیاب قرار پائے۔ یہ آپ کی ہمدردانہ سوچ تو تھی ہی لیکن بعد میں مَیں نے دیکھا کہ وہی طلباء میدان عمل میں غیرمعمولی طور پر کامیاب ثابت ہوئے۔ چنانچہ مولانا صاحب کی خداداد بصیرت کو داد دینی پڑتی ہے۔

آپ حقیقتاً ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ آپ جس طرح جماعت کے ردّی کاغذ کی بھی حفاظت کرتے تھے تو جماعت کے واقفین کے لئے کیا کچھ نہ سوچتے ہوں گے؟

مختلف اوقات میں خاکسار نے حضرت مولانا صاحب سے جو سبق سیکھے اُن میں ایک یہ بھی تھا کہ جو شخص خدمت دین میں مصروف ہو اُس کے فرض کی ادائیگی میں مخل نہیں ہونا چاہئے۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر حضرت مولانا صاحب کچھ عرصہ کے لئے لندن آئے تو مَیں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں خدمت بجالارہا تھا۔ ہماری درخواست پر آپ نے عربی زبان میں دعائیہ خطوط کے چند نمونے ہمیں تیار کرکے دیئے تاکہ حضور انور کی طرف سے عرب بھائیوں کو اُسی طرز کے دعائیہ جوابات بھجوانے میں آسانی ہوجائے۔

حضرت مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 29؍جنوری 2010ء میں مکرم عبدالباسط قمر صاحب کے قلم سے درویشِ قادیان حضرت مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری کا ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔

جید عالم دین حضرت مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپور ضلع گوجرانوالہ میں 14؍اگست 1920ء کو پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحبؓ بقاپوری کے فرزند اور حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحبؓ بقاپوری کے بھتیجے تھے۔

حضرت مولانا محمد حفیظ صاحب 1940ء میں مدرسہ احمدیہ میں استاد مقرر ہوئے۔ آپ کے ذمہ بورڈنگ کے ٹیوٹر اور دیگر ڈیوٹیاں تھیں جن کو احسن رنگ میں آپ کو نبھانے کی توفیق ملی۔

20 فروری 1944ء کو ہوشیارپور میں جو تاریخی جلسہ یوم مصلح موعود منعقد ہوا تھا اُس میں مرکز کی طرف سے حاضرین کے قیام وطعام کے انتظامات کے لئے محترم مولانا صاحب کو ہوشیارپور بھجوایا گیا تھا۔ ان انتظامات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور آپ کے لئے دعا کی۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی معیت میں ڈلہوزی اور دیگر مقامات کے سفر پر جانے کا بھی شرف حاصل ہوا۔

عرصہ درویشی کے دوران آپ ناظر ضیافت۔ معاون ناظر اعلیٰ۔ معاون ناظر دعوت الی اللہ۔ آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ۔ ہیڈماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان اور ایڈیٹر اخبار 'بدر' کے عہدوں پر فائز رہے۔ نیز صدرانجمن احمدیہ۔ قضاء بورڈ۔ مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ قادیان کے ممبر رہے۔ آپ کو فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ سے ایک مقالہ بعنوان ''معبود حقیقی'' تحریر کرنے پر انعام کا حقدار بھی قرار دیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حضرت مولانا صاحب کی خدمات پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے ایک بار فرمایا: ''آپ قادیان میں خدمت دین اور خدمت احمدیت میں چوبیس گھنٹے مصروف ہیں''۔

5 نومبر 1987ء کو اچانک آپ کی وفات ہوگئی اور مقبرہ بہشتی قادیان میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے محترم مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب کی وفات پر فرمایا: ''مولانا مرحوم ایک مخلص واقف زندگی اور انتھک داعی الی اللہ تھے۔ انہوں نے جماعت کی وفاداری اور سرگرمی سے خدمت کی ہے۔ اُن کی کمی شدت سے محسوس کی جائیگی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو دائمی سلامتی بخشے۔ آمین''۔

ماہنامہ ''احمدیہ گزٹ'' کینیڈا نومبر ودسمبر 2009ء میں شامل اشاعت مکرم چودھری محمد علی صاحب کے کلام سے انتخاب پیش ہے:

دین مانگے نہ یہ دنیا مانگے
دلِ ناداں تجھے تنہا مانگے
رات کا چور مسافر بن کر
گھر کے اندر کوئی کمرہ مانگے
رُک گیا شہر پنہ کے باہر
دشت دیوار سے رستہ مانگے
قتل بھی میرا کرے وہ ناحق
مجھ سے انعام بھی اُلٹا مانگے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

22nd March 2013 – 28th March 2013

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday 22nd March 2013

- 00:00 MTA World News
- 00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
- 00:50 Yassarnal Qur'an
- 01:20 Huzoor's Tour To West Africa: Programme 3, recorded on 14th March 2004.
- 02:30 Japanese Service
- 02:40 Tarjamatul Qur'an Class: recorded on 16th July 1996.
- 03:45 Aaina
- 04:15 Kasre Saleeb: A discussion series about Christanity and its beliefs.
- 04:55 Liqa Ma'al Arab: Recorded on 30th November 1995.
- 06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
- 06:30 Yassarnal Qur'an
- 06:55 Huzoor's Tours To West Africa: Programme 5 includes Huzoor's visit to the Ahmadiyya cemetery on 16th March 2004.
- 07:40 Siraiki Service
- 08:15 Rah-e-Huda
- 10:00 Indonesian Service
- 11:10 Fiq'ahi Masa'il
- 11:40 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
- 12:05 Seerat-un-Nabi (saw)
- 13:00 Live Friday Sermon
- 14:15 Yassarnal Qur'an
- 14:40 Bengali Reply to Allegations
- 15:45 Khilafat-e-Ahmadiyya Sal Ba Sal
- 16:20 Friday Sermon [R]
- 17:30 Yassarnal Qur'an [R]
- 18:00 MTA World News
- 18:20 Huzoor's Tours To West Africa [R]
- 19:20 Real Talk
- 20:20 Fiq'ahi Masa'il [R]
- 21:00 Friday Sermon [R]
- 22:15 Rah-e-Huda [R]

Saturday 23rd March 2013

- 00:00 MTA World News
- 00:20 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
- 00:40 Yassarnal Qur'an
- 01:15 Huzoor's Tours To West Africa
- 02:10 Friday Sermon: recorded on 22nd March 2013
- 03:20 Rah-e-Huda
- 04:55 Liqa Ma'al Arab: rec. on 5th December 1995.
- 06:00 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
- 06:10 Seerat Hadhrat Masih-e-Ma'ood
- 06:45 Jalsa Salana Germany 2010: Rec. 27th June 2010.
- 07:55 Coming Of The Messiah
- 08:30 Shaan-e-Masih-e-Ma'ood (as)
- 09:35 Hayat-e-Tayyaba: A discussion programme about the life and characteristics of Hadhrat Masih-e-Ma'ood (as).
- 10:30 Friday Sermon: Recorded on 22nd March 2013
- 11:50 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
- 12:00 Hadhrat Masih Ma'ood (as) Ki Aaili Zindagi
- 12:30 Defender Of Faith: A programme exploring the book 'Baraheen-e-Ahmadiyya'.
- 13:00 Live Intikhab-e-Sukhan
- 14:05 Bangla Shomprochar
- 15:15 Adaab-e-Zindagi
- 16:00 Live Rah-e-Huda
- 17:30 Al-Tarteel [R]
- 18:00 MTA World News
- 18:25 Jalsa Salana Germany 2010 [R]
- 19:25 Defender Of Faith [R]
- 19:55 Coming Of The Messiah
- 20:30 Seerat Hadhrat Masih-e-Ma'ood [R]
- 21:05 Rah-e-Huda [R]
- 22:40 Hadhrat Masih Ma'ood (as) Ki Aaili Zindagi [R]
- 23:10 Friday Sermon [R]

Sunday 24th March 2013

- 00:25 MTA World News
- 00:40 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
- 01:10 Defender Of Faith
- 01:40 Jalsa Salana Germany 2010
- 02:40 Coming Of The Messiah
- 03:15 Friday Sermon: recorded on 22nd March 2013
- 04:25 Adaab-e-Zindagi
- 04:55 Liqa Ma'al Arab: Rec. on 6th December 1995.
- 06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
- 06:30 Yassarnal Qur'an
- 07:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal: Rec. 09/01/2011
- 08:15 Faith Matters
- 09:15 Question and Answer Session: Recorded on 18th April 1998, part 1.
- 10:00 Indonesian Service
- 11:05 Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon, delivered on 13th April 2012.
- 12:05 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
- 12:30 Yassarnal Qur'an
- 13:00 Friday Sermon [R]
- 14:10 Bengali Reply to Allegations
- 15:15 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal [R]
- 16:20 Kasauti: A quiz competition programme
- 17:00 Live Beacon Of Truth
- 18:05 Yassarnal Qur'an
- 18:35 MTA World News
- 19:05 Gulshan-e-Waqf-e-Nau Atfal class [R]
- 20:10 Real Talk
- 21:15 Attractions of Canada: City of Hamilton
- 22:00 Friday Sermon [R]
- 23:10 Question and Answer Session [R]

Monday 25th March 2013

- 00:00 MTA World News
- 00:20 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
- 00:50 Yassarnal Qur'an
- 01:20 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal Class
- 02:25 Attractions of Canada: City of Hamilton
- 03:00 Friday Sermon: rec. 22nd March 2013.
- 04:05 Real Talk
- 04:50 Liqa Ma'al Arab: Rec. on 7th December 1995.
- 06:00 Tilawat & Dars Seerat-un-Nabi (saw)
- 06:30 Al-Tarteel
- 07:00 Huzoor's Tours To West Africa: programme 6 includes Huzoor's visit to Aburi Botanica Gardens, Ghana on 17th March 2004.
- 08:00 International Jama'at News
- 09:05 Rencontre Avec Les Francophones: French Mulaqat, Recorded 8th December 1997.
- 10:05 Indonesian Service: Indonesian translation of Friday sermon rec. on 4th January 2013.
- 11:05 Jalsa Salana Qadian 2012 Speeches
- 11:50 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
- 12:10 Insight
- 12:35 Al-Tarteel
- 13:00 Friday Sermon: Recorded on 18th May 2007.
- 14:00 Bangla Shomprochar
- 15:05 Jalsa Salana Qadian 2012 Speeches [R]
- 16:00 Rah-e-Huda: recorded on 23rd March 2013.
- 17:35 Al-Tarteel
- 18:00 MTA World News
- 18:20 Huzoor's Tour To West Africa [R]
- 19:30 Real Talk
- 20:30 Rah-e-Huda [R]
- 22:05 Friday Sermon [R]
- 23:05 Jalsa Salana Qadian 2012 Speeches [R]
- 23:50 Seerat Hadhrat Masih-e-Ma'ood

Tuesday 26th March 2013

- 00:20 MTA World News
- 00:35 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
- 00:45 Insight
- 01:10 Al Tarteel
- 01:35 Huzoor's Tour To West Africa [R]
- 02:30 Friday Sermon
- 03:35 Jalsa Salana Qadian 2012 Speeches
- 04:15 Khilafat-e-Ahmadiyya Sal Ba Sal
- 04:50 Liqa Ma'al Arab: rec. on 12th December 1995.
- 06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
- 06:30 Yassarnal Qur'an
- 07:00 Jalsa Salana Germany 2010: Rec. 27/06/2010.
- 08:00 Insight: recent news in the field of science
- 08:30 Oil Painting by Ken Harris
- 09:10 Question and Answer Session: Recorded on 18th April 1998, part 1.
- 10:00 Indonesian Service
- 11:00 Sindhi Service: Translation of Friday Sermon recorded on 22nd March 2013.
- 12:05 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
- 12:30 Yassarnal Qur'an
- 13:00 Real Talk
- 14:00 Shotter Shondane: An interactive discussion programme in Bengali.
- 15:10 Spanish Service
- 16:00 Aao Kahani Sunain: A children's programme featuring stories in Urdu.
- 16:45 Seerat-un-Nabi
- 17:15 Le Francais C'est Facile
- 17:35 Yassarnal Qur'an
- 18:00 MTA World News
- 18:30 Jalsa Salana Germany 2010 [R]
- 19:30 Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 22nd March 2013.
- 20:30 Insight: recent news in the field of science
- 21:00 Aao Kahani Sunain [R]
- 21:55 Oil Painting by Ken Harris [R]
- 22:30 Seerat-un-Nabi (saw)
- 23:00 Question and Answer Session [R]

Wednesday 27th March 2013

- 00:00 MTA World News
- 00:30 Tilawat & Dars-e-Hadith
- 00:50 Yassarnal Qur'an
- 01:15 Jalsa Salana Germany 2010
- 02:15 Le Francais C'est Facile
- 02:45 Oil Painting By Ken Harris
- 03:20 Aao Kahani Sunain
- 04:10 Seerat-un-Nabi (saw)
- 04:50 Liqa Ma'al Arab: Rec. on 13th December 1995.
- 06:00 Tilawat & Dars
- 06:10 Al-Tarteel
- 06:40 Jalsa Salana UK 2010: Rec. 30/07/2010
- 07:40 Real Talk
- 08:40 Question and Answer Session: Rec. 15/03/1998.
- 09:50 Indonesian Service
- 10:45 Swahili Service
- 11:55 Tilawat & Dars
- 12:35 Al-Tarteel
- 13:00 Friday Sermon: Recorded on 15th June 2007.
- 14:05 Bangla Shomprochar
- 15:10 Fiq'ahi Masa'il
- 15:35 Kids Time
- 16:05 Faith Matters
- 17:05 Maidane Amal Ki Kahani
- 17:40 Al-Tarteel
- 18:10 MTA World News
- 18:30 Jalsa Salana UK 2010 [R]
- 19:30 Real Talk [R]
- 20:30 Fiq'ahi Masa'il [R]
- 20:55 Kids Time [R]
- 21:25 Maidane Amal Ki Kahani [R]
- 22:05 Friday Sermon [R]
- 23:05 Intikhab-e-Sukhan

Thursday 28th March 2013

- 00:10 MTA World News
- 00:30 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an.
- 00:35 Al-Tarteel
- 01:20 Jalsa Salana UK 2010
- 02:30 Fiq'ahi Masa'il
- 03:00 Moshairah
- 03:50 Faith Matters
- 04:55 Liqa Ma'al Arab: rec. on 14th December 1995.
- 06:00 Tilawat & Dars
- 06:35 Yassarnal Qur'an
- 06:50 Huzoor's Tours To West Africa: Programme 8
- 07:40 Beacon of Truth
- 08:45 Tarjamatul Qur'an class: rec. on 22th July 1996.
- 10:00 Indonesian Service
- 11:00 Pushto Service
- 11:45 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
- 12:10 Yassarnal Qur'an
- 12:45 Friday Sermon: rec. on 22th March 2013.
- 14:00 Live Shotter Shondhane
- 16:00 Maseer-e-Shahindgan: A Persian programme
- 16:30 Tarjamatul Qur'an class [R]
- 17:30 Yassarnal Qur'an [R]
- 18:00 MTA World News
- 18:20 Huzoor's Tours To West Africa [R]
- 19:30 Faith Matters
- 20:35 Kasre Saleeb
- 21:10 Tarjamatul Qur'an class [R]
- 22:15 Aaina [R]
- 23:00 Beacon of Truth [R]

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London
TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org
Vol 20 Friday 15 March , 2013 Issue No. 11

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2012ءمیں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

(طارق حیات۔مربی سلسلہ احمدیہ)

(قسط نمبر76)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ نے ایک عام طور پر مجھے مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ یعنی مَیں اُس کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلّت کا ارادہ کرے گا صدہا دشمن اِس پیشگوئی کے مصداق ہو گئے ہیں .... اُن میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں جنھوں نے میری نسبت یہ کہا کہ یہ مفتری ہے طاعون سے ہلاک ہوگا خدا کی قدرت کہ وہ خود طاعون سے ہلاک ہو گئے اور اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اپنا یہ الہام پیش کرتے تھے کہ ہمیں خدا نے بتلایا ہے کہ یہ شخص جلد مر جائے گا خدا کی شان کہ وہ اپنے ایسے الہاموں کے بعد خود جلد مر گئے اور بعض نے میرے پر بد دعائیں کی تھیں کہ وہ جلد ہلاک ہو جائے وہ خود جلد ہلاک ہو گئے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن۔جلد22 صفحہ:353)

قارئین الفضل کے لئے Persecution Report بابت ماہ اکتوبر 2012ء سے ماخوذ چند واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے کونے کونے میں آباد احمدیوں کو اپنے مقدس امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک پر اپنے مظلوم بہن بھائیوں کے لئے بکثرت دعائیں کرنے کی توفیق بخشے۔آمین ثم آمین

تین احمدیوں کے خلاف جھوٹا مقدمہ

❁...... **گھٹیالیاں، ضلع سیالکوٹ، 20اگست:**

پولیس نے ایک مولوی قاری افضل کی درخواست پر چند غیر احمدیوں اور بعض احمدی احباب کے خلاف تھانہ قلعہ کالر والہ میں ایف آئی آر نمبر 231 کے تحت مقدمہ درج کرلیاہے اوران پر PPC کی دفعہ 298اور 506اور 34لگائی ہیں۔اس مولوی کوشکوہ ہے ان لوگوں نے میرے جذبات و احساسات کو مجروح کیا تھا اور مجھے ڈرایا دھمکایا تھا۔یہاں ایک سادہ سا سوال ہے کہ پورے ملک عزیز میں صرف مولوی کے ہی جذبات و احساسات ہیں؟ اور احمدیوں کو اپنے مقدس ترین امام علیہ الصلوٰۃ والسلام والرحمۃ کوملک کے گلی کوچوں میں شب و روز گندی اورننگی گالیاں سن کر جواذیت ملتی ہے وہ کس حساب میں؟

بقول رام ریاض ؎

نہ تُو جلا نہ کبھی تیرے گھر کو آگ لگی
ہمیں خبر ہے کہ جن مرحلوں سے ہم گزرے

اس ایف آئی آر میں نامزد احمدی ملزمان کے اسماء ہیں: مکرم نعیم احمد صاحب،مکرم گلفام نعیم صاحب اورمکرم احسن رمضان صاحب اورمکرم شاہد عبداللہ صاحب۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مقدم الذکر تینوں احمدی وقوعہ پر حاضر ہی نہ تھے۔ بہرحال ان ملزمان کی عبوری ضمانت کروائی گئی لیکن 15اکتوبر کو’’خادم اسلام‘‘ ایڈیشنل سیشن جج پسرور نے مقدمہ میں درج دفعات تبدیل کرکے PPC 298-C لکھی اور عبوری ضمانت منسوخ کرڈالی۔یوں پولیس نے ان معصوموں کواحمدیوں کے لئے مشکل ترین دفعات کے تحت گرفتار کرکے جیل بھیج دیا۔

بعد ازاں مجسٹریٹ کی عدالت سے استدعا کرکے ان احمدیوں کوجیل کی اونچی دیواروں سےتو آزادی نصیب ہوئی لیکن مولوی کے اسلامی جمہوریہ میں مقدمہ کی تلخیاں ابھی ان کی منتظر رہیں گی۔

اتنی قربانی!!

دنیا بھر میں تمام مسلمان سنت ابراہیمی کی اتباع میں عید الاضحیٰ کے موقع پر جانوروں کی قربانی کی توفیق پاتے ہیں۔لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سنّت ابراہیمی بھی مولوی کی ملکیت بن چکی ہے جو جس کو چاہے حکومت وقت کی مدد سے فوراً منع کردے۔ ایسا ہی نظارہ اس عید الاضحیٰ کے موقع پر چشم فلک نے دیکھا۔ حاکم شہر اور مولوی کی ملی بھگت سے اس ناانصافی اور صریح ظلم میں اہل لاہور سرفہرست رہے۔ ذیل میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں:

❁...... **اقبال ٹاؤن، 27اکتوبر:** مکرم وسیم احمد صاحب قربانی کے لئے بچھڑا لائے لیکن وہ جانور لے کر قصائی کے پاس پہنچے تو ایک باریش شخص مولویوں کا ٹولہ لے کر آن دھمکا اور پولیس کو بلا لیا۔تب تک قصائی ایک اور احمدی مکرم رحیم احمد صاحب کا بکرا ذبح کر چکا تھا۔ پولیس کو مولوی نے بتایا کہ ان احمدیوں نے اسلامی شعائر کی بے حرمتی کی ہے ان کی گرفتاری ضروری ہے۔جس پر پولیس نے مولوی کے سامنے ایک زرخرید غلام سے بھی کم مزاحمت دکھائی اورفوری طور پر ان احمدیوں کو گاڑی میں ڈال کر تھانہ پہنچا دیا اور جہالت کی انتہا ملاحظہ ہو کہ قربانی کا بچھڑا بھی تھانہ منتقل کر دیا۔اس موقع پر ان احمدیوں کے ایک غیر احمدی دوست نے بے ساختہ کہا کہ’’اگر ایک غیر مسلم نے بھی جانور ذبح کرلیا تو کونسا جرم واقع ہوگیا؟‘‘

یہ سچ سن کر مولوی سیخ پا ہوگیا اور پولیس پر دباؤ بڑھادیا کہ ان احمدیوں کے خلاف ضرور مقدمہ درج ہونا چاہئے۔ قصہ مختصر، یہ احمدی تو شام کو گھر لوٹ آئے لیکن معاملہ ختم نہیں ہوا ہے۔

❁...... مکرم نور احمد ناصر صاحب **سنت نگر لاہور** بھی اس عید کے موقع پر قربانی کے لئے بچھڑا لائے لیکن رات گیارہ بجے دو پولیس والے آپ کے گھر آئے اور اطلاع دی کہ اس علاقہ کے تقریباً17 افراد نے پولیس کے پاس تمہارے خلاف شکایت لگائی ہے کہ تم لوگ جانور کی قربانی کررہے ہو اور یہ آرڈیننس کی خلاف ورزی ہے۔اب ہم تمہیں قبل از وقت خبردار کرتے ہیں کہ قربانی نہ کرنا اور یہی ہمارے اعلیٰ افسران کا حکم ہے۔

ان پولیس والوں نے اس علاقہ میں آباد دیگر احمدیوں کو بھی قربانی کرنے سے منع کردیا۔

❁......اسی طرح پولیس والے مکرم میاں **محمد ظفراللہ** صاحب **علامہ اقبال ٹاؤن** کے گھر رات 2 بجے آئے اور حکم دیا کہ صبح جانور کی قربانی نہ کرنا ورنہ پولیس تمہارے خلاف مقدمہ درج کرلے گی۔ یہاں قانون کے ان رکھوالوں کی پابندی وقت قابل غور ہے کہ نصف شب کا عمل ہے اور پنجاب پولیس احمدیوں کو قربانی سے باز رکھنے کے لئے سرگرم ہے جبکہ صرف اسی شب کے جرائم کا گراف اگلی صبح کے اخبار میں موجود ہے۔

❁......اس عید الاضحیٰ کے موقع پر **نشتر بلاک** میں مکرم خواجہ سعید اختر صاحب،مکرم مظفر احمد صاحب،مکرم چوہدری فتح محمد صاحب اورمکرم کرنل ریٹائرڈ مبشر احمد صاحب کے ساتھ بھی پولیس اور مولوی کا یہی سلوک سامنے آیا۔پولیس ایس ایچ او، مولویوں کی معیت میں خود گھر گھر جا کر احمدیوں کو عید الاضحیٰ کے موقع پر جانور کی قربانی سے روکتا رہا اور حکم عدولی کی صورت میں مقدمہ کے اندراج کی دھمکی دیتا رہا۔

❁......احمدیوں کو عید الاضحیٰ کے موقع پر جانور کی قربانی سے روکنے کی مہم ملک کے دیگر شہروں میں بھی سامنے آئی۔مثلاً سرگودھا شہر کے مصروف بازار میں ایک جہازی سائز بینر اسلامی جمہوریہ میں شرفاء کی موجودگی کو ہی مشکوک بناتا رہا۔اس بینر پر جلی حروف میں درج تھا کہ کوئی قادیانی، مرزائی قانوناً،شرعاً اور اخلاقاً C 289 کے تحت مسلمانوں کا شعار قربانی نہیں کرسکتا ہے۔ حالانکہ جس ملک میں ایسی تحریرات گلی کوچوں کی زینت بنیں وہاں قانون،شریعت اور اخلاق کا وجود ہی محل نظر ہے۔ نیز کوئی قانون، کوئی شریعت اور کوئی ضابطہ اخلاق کسی احمدی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے سنت ابراہیمی کے تحت عید الاضحیٰ کے موقع پر جانور کی قربانی سے باز نہیں رکھ سکتا ہے۔حتی کہ آرڈیننس XX کے خالقین احمدیوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے اور ان کے حقوق چھیننے، خالق ومخلوق کے باہمی رشتہ میں حائل ہونے کے لئے بہت دُور دُور کی کوڑیاں بھی لائے ہیں لیکن عید الاضحیٰ کے موقع پر جانور کی قربانی کی ممانعت اس بدنام زمانہ پلندہ میں بھی مندرج نہیں ہے۔

اورآفرین ہے ان احمدیوں پر جو اسلامی جمہوریہ میں جان، اموال اورعزت وجذبات الغرض تمام ممکنہ قربانیاں پیش کرکے بھی جانور کی قربانی کی توفیق پا رہے ہیں۔

اس بینر کے توسط سے لوگوں سے استدعا کی گئی ہے کہ اگر وہ اس حکم کی خلاف ورزی مشاہدہ کریں تو مولوی اکرم طوفانی کو اس نمبر پر اطلاع کریں:

03009606593

تمام مہذب اور تعلیم یافتہ قارئین سے اس مولوی کے خطاب’’طوفانی‘‘پرغور کرنے کی درخواست ہے۔عربی مقولہ ہے’’لِکُلِّ امْرِیءٍ مِنْ اِسْمِہٖ نَصِیْبٌ‘‘

قبرستان کی بے حرمتی اور قابل مذمت کارستانیاں

❁...... **چک چٹھہ، ضلع حافظ آباد، 19اکتوبر:**

گزشتہ کچھ عرصہ سے ضلع حافظ آباد میں جماعت احمدیہ کی دشمنی عروج پر ہے ۔یوں لگتا ہے کہ اس ضلع میں بعض تعلیمیافتہ دہشتگرد گھس آئے ہیں جو مذہبی منافرت کی آگ کے بھڑکانے کے تمام سبق اچھی طرح پکا کر آئے ہیں۔ قبرستانوں کی بے حرمتی، مساجد گرانے کی کوششیں، سکولوں سے احمدی بچوں کی جبری بے دخلی، تھانہ کی عمارت میں گھیر کر احمدیوں کے خلاف اقدام قتل کی منظّم وارداتیں اور گلی کوچوں میں جماعت احمدیہ کے خلاف بدزبانی کرنا ان لوگوں کا معمول بن چکا ہے۔

پولیس کے نرم گوشہ سے فائدہ اٹھا کر ان شرپسندوں نے مانگٹ اونچا کے بعد اب چک چٹھہ میں مدفون احمدیوں کی قبروں کے کتبوں سے قرآنی آیات مٹانے کی واردات کی ہے۔ پولیس نے حسب سابق احمدیوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ ازخود یہ کام کرلیں لیکن احمدیوں نے اپنا روائتی جواب پیش کردیا۔تب 19 اکتوبر کی رات چند نامعلوم شرپسندوں نے احمدیہ قبرستان میں گھس کر قبروں کے کتبوں پر سے آیات وغیرہ ختم کرڈالیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جس ملک میں ایک سال میں 99احمدی شہید کئے گئے ہوں وہاں قبرستانوں کے لئے حفاظت کا مطالبہ لایعنی نظر آتا ہے۔جس رات احمدیہ قبرستان میں قبروں کی بے حرمتی کی واردات ہوئی اسی شب درج ذیل عجیب واقعات بھی سامنے آئے۔ مقامی جماعت کے صدر مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے کلینک کی میز پر اڑھائی فٹ لمبا سانپ پایا گیا۔ اسی طرح مکرم افتخار الدین صاحب کے گھر کے صحن میں شام پانچ بجے ڈیڑھ فٹ لمبا سانپ پھینکا گیا۔پھر مکرم ڈاکٹر شفیق الرحمٰن صاحب کے کلینک میں بھی سانپ دیکھا گیا۔

اس شب خوش قسمتی سے تمام احمدی تو محفوظ رہے لیکن دشمن کے معصوم احمدیوں کو ہراساں کرنے کے لئے ہر گھٹیا طریق اختیار کرنے کی پالیسی کا بخوبی علم ہوگیا۔

کیا کمی ہے تیرے اجالوں کی
میں تو بینائیاں سدا مانگوں
جنگ ظلمت سے فرض ہے مجھ پر
میں فقط تجھ سے حوصلہ مانگوں

(باقی آئندہ)